هفت روزہ

خدام الدین

لاہور

بانی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۲ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ

۲۲ جون ۱۹۸۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

قیامت کے دن کیا کام آئے گا

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُجَاءُ بِابْنِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّہٗ بَزَجٌ فَیُوْقَفُ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ فَیَقُوْلُ لَہٗ اَعْطَیْتُکَ وَخَوَّلْتُکَ وَاَنْعَمْتُ عَلَیْکَ فَمَا صَنَعْتَ فَیَقُوْلُ رَبِّ جَمَعْتُہٗ وَثَمَّرْتُہٗ وَتَرَکْتُہٗ اَکْثَرَ مَا کَانَ فَارْجِعْنِیْ اٰتِکَ بِہٖ کُلِّہٖ فَاِذَا عَبْدٌ لَّمْ یُقَدِّمْ خَیْرًا فَیُمْضٰی اِلَی النَّارِ۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدم کے بیٹے کو اللہ کے سامنے ایک بڑھ کی طرح کھڑا کر دیا جائے گا۔ اللہ اس سے فرمائے گا میں نے تجھ کو کتنا کچھ عطا کیا، تجھ کو مویشی، نوکر چاکر دیے اور تجھ پر انعام کیا۔ بتا تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا۔ اے رب! میں نے تیری دی ہوئی چیزوں کو جمع کر کے رکھا اور ان کو بڑھایا اور پہلے سے زیادہ کر کے چھوڑا۔ مجھے واپس بھیج دے میں ابھی سب کچھ لا کر تیرے سامنے حاضر کرتا ہوں۔ آخرکار یہ معلوم ہوگا کہ یہ ایک ایسا بندہ ہے، جس نے آخرت کے لیے کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو اس کے کام آئے اس لئے اس کو دوزخ میں لے جائیں گے۔

آج کل یہ باتیں کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں۔ اگر آج کسی سے کہا جائے کہ زیادہ کمائی کے دھن چھوڑ دو۔ ہر وقت کمائی اور آمدنی کی ادھیڑ بن میں رہنا کس نے بتایا ہے؟ تو وہ چھوٹتے ہی کہے گا کہ آپ کا دماغ بھی درست ہے؟ اس زمانے میں جو کچھ ہے روپیہ ہے۔ معیار زندگی بہت بلند ہو گیا ہے۔ سجا ہوا کشادہ مکان، فرش فروش — نوکر چاکر، سیر و تفریح، ہنسی، دل لگی، اونچے درجہ کے لوگوں سے میل جول، یہ سب بغیر روپیہ کے کیسے ہو سکتا ہے ان کی خدمت میں سوا اس کے کہ یہ ایک بیش بہا حدیث پیش کر دی جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی عرض کر دیا جائے کہ ذرا فرصت کے وقت اس پر غور کریں تو عجب نہیں کہ ایک بڑے کام کی بات پلے پڑ جائے بغیر آخرت کا مال پیدا ہو جائے۔

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ آخرت میں کام آئیگا جو سچے دل سے اللہ کے لیے کیا جائے گا۔ اللہ کے ہاں مال و دولت، نوکر چاکر، دھوم دھڑکا، کارخانے، تجارت سوداگری، حرفے، پیشے جن سے فقط دنیا کا جاہ و جلال مقصود ہو کسی مصرف کے نہیں۔

دیکھیئے! یہ شخص قیامت میں اللہ سے اس بات کی داد چاہتا ہے کہ جو آپ نے مجھے دیا۔ میں نے اسے بڑھا کر کہیں کا کہیں پہنچا دیا۔ حکم ہو تو جاؤں اور ساری کی ساری کمائی آپ کے آگے لا کر ڈھیر لگا دوں — وہاں سے حکم ہوگا کہ اگر کچھ تم نے یہاں کے لیے دنیا میں کر کے پیشگی بھیج دیا ہے تو وہ لاؤ ورنہ جہنم میں جاؤ۔

اللہ اللہ! وہ پڑھے لکھے لوگ جو عوام کے سامنے کہتے ہیں کہ خوب پیسہ کماؤ، زمینیں دباؤ، عیش اڑاؤ۔ فقط ہمیں چالیسواں حصّہ دے دیا کرو۔ ذرا غور کریں کہ وہ کہیں اس حدیث کی روح کے خلاف تو نہیں کہہ رہے؟



بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

اسلامی نظریاتی کونسل

کارکردگی اور تقاضے

اسلامی نظریاتی کونسل کے ایک رکن جناب عبدالمالک عرفانی نے گذشتہ روز کہا ہے کہ جن مروّجہ قوانین کو شریعت کے سانچے میں ڈھالنے کا کام وفاقی شرعی عدالت کے دائرۂ اختیار سے باہر ہے ان پر اسلامی نظریاتی کونسل کام کرے گی' اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ موجودہ اسلامی نظریاتی کونسل کی مدّت ختم ہو چکی ہے اس لئے کونسل صدر مملکت کی طرف سے اپنی تشکیلِ نو کے بعد ہی دوبارہ کام شروع کر سکے گی۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل ۷۳ء کے آئین کے تحت عمل میں لائی گئی تھی اور اس کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا کہ وہ مروّجہ قوانین کو اسلام کے ڈھانچے میں ڈھالنے کے لئے سفارشات مرتّب کر کے پیش کرے تاکہ ان کی روشنی میں ملک کے تمام قوانین کو اسلامی بنایا جا سکے اور اس کام کے لئے سات سال کا عرصہ بھی غالباً مقرر کیا گیا تھا کہ اتنے عرصے میں تمام قوانین کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کا کام مکمل ہو جائے گا۔

اس کام کے لئے ۷۳ء کا آئین نافذ کرنے والی سابقہ حکومت نے اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل کی تھی اور موجودہ حکومت نے برسرِ اقتدار آنے کے بعد کونسل کی تشکیل نو کی تھی لیکن سابقہ حکومت کے چار سال اور موجودہ حکومت کے کم و بیش سات سال گذر جانے کے باوجود ملکی قوانین کو اسلامی احکام کے دائرہ میں لانے کا کام ابھی تک

— رئیس الادارہ —
حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ
— مجلس ادارت —
مولانا محمد اجمل قادری
عبدالرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ

★
شمارہ ۵۱
جلد ۲۹
ہدیہ ۲/- روپے

قلمی معاون: —
• زاہد الراشدی
• نعیم آسی
• سعید الرحمن علوی
• انتظار حسین اسعد

سالانہ	۸۰/- روپے
ششماہی	۴۵/- روپے
سہ ماہی	۲۵/- روپے

— غیر ممالک سے —
۲۵ ڈالر
سالانہ

تشنہ ہے اور اس سلسلہ میں کوئی مؤثر اور نتیجہ خیز پیش رفت نظر نہیں آ رہی۔

اسلامی نظریاتی کونسل کا کام تو صرف سفارشات مرتب کر کے حکومت کی میز پر رکھ دینا ہے۔ اس کے بعد ان سفارشات کا قانونی شکل میں نفاذ اور پھر ان پر عملدرآمد سراسر حکومت کی ذمہ داری ہے اور اس بارے میں ہماری معلومات کے مطابق اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنے حصّہ کا کام کافی حد تک مکمل کر لیا ہے لیکن کونسل کی سفارشات کی اشاعت پر پابندی کے باعث کونسل کی کارکردگی کے بارے میں نہ تو عوام کو کچھ معلوم ہے اور نہ ہی اس کی بابت حتمی طور پر کچھ کہا جا سکتا ہے تاہم مختلف ذرائع سے ادھوری اور سرسری سی جو خبریں سامنے آئی ہیں ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن کی سربراہی میں موجودہ اسلامی نظریاتی کونسل نے خاصا کام کیا ہے اور اس کی مرتّب کردہ بیشتر سفارشات تنفیذ اور عملدرآمد کے انتظار میں حکومت کے سرد خانے میں لگی ہوئی ہیں۔

اب جبکہ اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیلِ نو کا مرحلہ درپیش ہے ہم حکومت کو چند بنیادی امور کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں:۔

● کونسل کی تشکیل نو سے قبل ضروری ہے کہ سابقہ کونسل کی کارکردگی کے بارے میں علماء اور عوام کو اعتماد میں لیا جائے۔ جس کی عملی صورت یہ ہے کہ کونسل کی سفارشات کی اشاعت پر عائد پابندی اٹھا کر سفارشات کو منظرِ عام پر لایا جائے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اب تک کس قدر کام ہو چکا ہے۔

● ان سفارشات کی تنفیذ اور عمل درآمد میں تاخیر کے اسباب اور رکاوٹوں سے علماء کرام اور عوام کو آگاہ کیا جائے اور ان اسباب اور رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے بھی اسلامی نظریاتی کونسل نے مروّجہ قوانین کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کی سفارشات کے ضمن میں کافی کام کیا ہے اور کونسل کے فاضل ارکان نے محض رسم پوری کرنے کی بجائے عملی طور پر خاصی محنت کی ہے تو پھر یہ موجودہ کونسل کا حق بنتا ہے کہ کونسل کی تشکیلِ نو کرنے کی بجائے اسی کی تشکیل کی تجدید کر دی جائے اور اسے اپنا باقی ماندہ کام مکمل کرنے کا موقع دیا جائے۔

● سات سال کے عرصہ میں تمام قوانین کو اسلام کے مطابق بنا دینے کی بات تو اب پرانی ہو گئی ہے تاہم یہ ضروری ہے کہ حکومت اس سلسلہ میں کام کی اہمیت عوامی تقاضوں اور درپیش مشکلات کو سامنے رکھتے ہوئے ایک حتمی وقت کا تعین کر دے تاکہ کام اعتماد کے ساتھ آگے بڑھ سکے۔

● اور ان سب امور سے زیادہ ضروری اور اہم امر یہ ہے کہ اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلہ میں حکومت خود اپنی پالیسیوں اور اقدامات کے باعث عوام اور علماء کے اعتماد سے جس قدر تیزی کے ساتھ محروم ہوتی جا رہی ہے اس پر سنجیدگی کے ساتھ توجہ دی جائے کیونکہ قوانین کا نفاذ اور ان پر عملدرآمد اعتماد کی فضا میں ہی ممکن ہوتا ہے اور جب بے اعتمادی کے سائے لہرانے لگیں تو اچھے سے اچھا اقدام بھی شکوک و شبہات کی نذر ہو جاتا ہے اس لئے اگر حکومت اسلامی نظام کے نفاذ میں مخلص ہے تو اسے علماء اور عوام میں اپنا اعتماد بحال

(باقی ۱۲ پر)



انسانی کردار کی تعمیر دولت و اقتدار سے نہیں ہوا کرتی

حضرت عمرؓ اور تمام صحابہؓ حضور اکرمؐ کے فیضِ صحبت کے شاہکار تھے

دنیا و آخرت میں اسلام کے بغیر مسلمان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے

جامع مسجد شیرانوالہ میں جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور کا خطاب

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ،

امّا بعد:۔

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

اِنَّا اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ ۝ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ ۝

ترجمہ: بے شک ہم نے دی آپ کو کوثر۔ پس نماز پڑھئے اپنے رب کی اور قربانی کیجئے بے شک آپؐ کا دشمن ہی لاولد ہے۔

بزرگانِ محترم! اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر امت مسلمہ کو بتا دیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات کا شکر ادا کرو گے یعنی زندگی کو اللہ کی عبادت اور اس کے دین اور مسلمانوں کی خدمت میں گزارو گے تو کامرانی و سرفرازی تمہارے قدم چومے گی اور تمہارے دشمن خائب و خاسر ہو کر ناکام و نامراد رہیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ دین کا ہر کام ہماری بھلائی اور بہتری کے لئے ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سب کے سب ہمارے ظاہری و باطنی ارتقاء اور ذلت و ادبار سے نجات کے راستے اور ذریعے ہیں۔ حضرت امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آخرت میں قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ جو شکل اور وجود عطا فرمائیں گے وہ حوض کوثر ہے اور قیامت کے دن حوض کوثر سے ہر شخص اتنا ہی سیراب ہو گا جتنا کہ اس نے دنیا میں قرآن مجید سے اپنا تعلق قائم کیا ہو گا اور قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل پیرا رہا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ سے فرمایا۔ ”ہم نے آپؐ کو کوثر عطا فرمایا ہے (یعنی دنیا میں قرآن مجید اور آخرت میں حوض کوثر) اس احسان عظیم کا شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی دینے میں لگ جائیے یعنی اسلام کا سیاسی اور اقتصادی نظام سوسائٹی میں قائم کیجئے۔ اس کے مقابلہ کی تاب اہلِ کفر میں نہیں۔ ان کے پاس قرآن ہے نہ قرآن کا لائحہ عمل اس لئے وہ ہٹ دھرمی اور حسد و عناد کی آگ میں جل کر خود ہی بے نام و نشان ہو جائیں گے۔

روزے کے ثمرات و مقاصد بھی عظیم الشان ہیں کہ وہ فضولیات اور لغویات کو ختم کر کے مسلم معاشرے اور مسلمانوں کی زندگی کو منظم اور مفید تر بنانا چاہتا ہے ہمارے بزرگوں نے خلاصتاً بتایا کہ کہ روزے سے انسان کی بخشش و مغفرت کے علاوہ اس کی تربیت بھی مقصود ہے۔ رمضان کا پورا

مہینہ روزے رکھنے اور گناہوں سے اجتناب کے نتیجہ میں انسان کے اندر تھوڑا کھانے، تھوڑا بولنے اور تھوڑا سونے کی عادات پیدا ہو جانی چاہئیں۔ تقلیل الطعام، تقلیل الکلام اور تقلیل المنام یہ تینوں چیزیں انسان میں پیدا ہو جائیں تو وہ قناعت، معاملہ فہم، حوصلہ مند، جفاکش اور محنتی بن جائے گا اور ایک باعمل جذبۂ جہاد سے سرشار مرد مومن میں ان عادات و صفات کا ہونا ازبس ضروری ہے۔ سیرت و کردار کی تعمیر روپے پیسے اور دولت و اقتدار سے نہیں ہوتی۔ لیکن آج تفاخر و تعیش اور مادیت و دنیا پرستی کے خارزار میں دوڑ لگی ہوئی ہے مسلم اقوام و ممالک مغرب کی تقلید میں مادی ترقی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے میں ہر جائز و ناجائز طریقے سے منہمک ہیں اگر کامیابی عزت اور انسانیت کا معیار مال و دولت کی فراوانی اور اعلیٰ سے اعلیٰ وسیع اور بلند و بالا کوٹھیاں اور بلڈنگیں بنانا ہی ہے تو پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے لئے کوئی محل نہیں بنایا۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے تو اپنے اور اپنے خاندان کے لئے دوسرے مسلمانوں کے حالات کو نظر انداز کر کے کوئی پلازا یا اسکوائر تعمیر نہیں کیا —

واقعہ یہ ہے کہ جب نبی کریمؐ نے آبادی میں ایک مکان دوسرے مکانوں سے اونچا بنا ہوا دیکھا تو صاحب مکان کی بات اور سلام کا جواب تک نہ دیا وہ جان نثار صحابہؓ تھے بھلا اپنے آرام یا جائداد و مکان کے لئے اللہ کے نبیؐ کو ناراض کر دیتے یہ کیسے ممکن تھا، گئے اور جاکر مکان گرا دیا۔ پیغمبر اسلامؐ کا مقصود یہی تھا کہ ہر مسلمان کو قناعت پسند صابر و شاکر رہنا چاہئے۔ صرف دنیاوی آرام و آسائش کے لئے نہیں اعلیٰ و ارفع مقاصد حیات کے لئے جد و جہد ہونی چاہئے۔ روزے نے انسان سے کیا کہا؟ یہی کہا کہ اگر تمہارے پاس اپنے خون پسینے کی حلال روزی موجود ہے تو اس سے بھی ہاتھ کھینچ لو، ایک روزہ دار اپنے کمائے ہوئے رزق کو نہیں کھا رہا وہ کسی کے گھر میں ڈاکہ کیسے ڈالے گا، وہ جھوٹ اور دھوکہ بازی سے حرام کیوں کمائے گا وہ قوم کے مال کو قومی خزانے کو شیر مادر سمجھ کر کیسے ہضم کرے گا۔

امیرالمومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک مرتبہ اپنے عہد خلافت میں بیمار پڑ گئے۔ طبیب نے جو علاج بتایا اس میں شہد کی بھی ضرورت تھی — مگر امیرالمومنینؓ کے گھر میں شہد نہیں تھا اور نہ اتنے پیسے تھے کہ بازار سے شہد خرید سکیں۔ مسلمانوں کی شوریٰ کو جمع کیا اور بتایا کہ مجھے شہد کی ضرورت ہے۔ میرے پاس گنجائش نہیں کہ بازار سے لے سکوں اور بیت المال میں شہد موجود ہے اگر تم سب اجازت دو تو میں بیت المال سے کچھ شہد لے لوں؟ لوگ حیران رہ گئے کہ ذرا سی بات کے لئے بھی امیرالمومنین ہم سے اجازت مانگ رہے ہیں۔ سب نے یک زبان ہو کر اجازت دے دی۔

کتنے افسوس کا مقام ہے کہ جو عمرؓ تھوڑے سے شہد کے لئے بھی مسلمانوں سے اجازت مانگ رہے ہیں ان پر الزام ہے کہ انہوں نے خلافت پر زبردستی قبضہ کر لیا تھا یا انہوں نے خلافت پر زبردستی قبضہ کر لیا تھا یا انہوں نے حضرت علیؓ کا اور حضورؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کا حق غصب کر لیا تھا یہ سراسر بہتان، کذب و افترا نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا روزے اور قرآن نے اور حضور رحمۃ للعالمینؐ کے فیض صحبت نے حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ میں تقویٰ اور اخلاص پیدا نہیں کیا تھا؟ حضور اکرمؐ نے تو فرمایا تھا کہ

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ میرے تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد اور دوسرے اعمال حسنہ کے علاوہ معلمِ کتاب و حکمت حضورؐ فداہ امی و ابی کے فیض صحبت نے ان حضرات کی سیرت و کردار کی جو اصلاح و تربیت کی تھی اس کی مثال پیش کرنے سے دنیا ہمیشہ قاصر ہے۔ پھر حضرت عمرؓ تو وہ ہیں جن کے لئے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص دعا فرمائی جو دوسری دعاؤں کی طرح قبولیت سے سرفراز ہوتی۔

سچ ہے ؎

"عمرؓ دعاء پیمبرؐ عمرؓ مرادِ رسول"

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس نماز میں قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے حضرت عمرؓ ابھی اسلام نہیں لائے تھے اور حضورؐ کا سامنا کرنے کو بھی تیار نہ تھے اس لئے غلاف کعبہ کے پیچھے پیچھے چھپ کر آپؐ کے قریب آئے اور زبانِ نبوّت سے قرآن کی تلاوت سنی۔

دوسرا واقعہ وہ ہے کہ تلوار سونت کر گھر سے نکلے کہ آج نبوّت کا چراغ گل کر دونگا۔ راستہ میں ایک دوست ملے انہوں نے کہا ان کی بات بعد میں کرنا پہلے اپنے گھر کی خبر لو تمہاری بہن اور بہنوئی بھی تو اسلام قبول کر چکے ہیں۔ بہن کے گھر آئے بہنوئی کو مارا بہن سامنے آئی تو اسے بھی مار مار کر لہو لہان کر دیا۔ بہن نے کہا اگر تم خطاب کے بیٹے عمر ہو تو میں بھی خطاب کی بیٹی فاطمہ ہوں۔ جو خون تمہارے اندر ہے وہی میری رگوں میں گردش کر رہا ہے تم کفر میں مضبوط ہو، تو ہم اسلام میں کمزور کیسے ہو سکتے ہیں یاد رکھو ہم جان تو دے سکتے ہیں مگر اسلام کا دامن نہیں چھوڑ سکتے۔

ایک مومنہ صحابیہ کی ایمان

یقین میں ڈوبی ہوئی اس غیر متزلزل گفتگو نے عمرؓ کے کفر کی بنیا دیں ہلا دیں۔ پھر بہن سے قرآن سنا۔ بہرکیف دونوں واقعے صحیح ہیں۔ عمرؓ جب اس گھر کے دروازے پر پہنچے جہاں سید الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے تو تلوار اسی طرح ہاتھ میں تھی۔ دیگر صحابہؓ کے علاوہ یہاں حضرت حمزہؓ بھی موجود تھے۔ کہنے لگے عمرؓ کو اندر آنے دو۔ اگر ٹھیک ارادے سے آئے ہیں ٹھیک ورنہ آج اُن کی تلوار سے انہی کا کام تمام کر دیا جائے گا۔ لیکن حضرت عمرؓ کی قسمت تو بدل چکی تھی — اسلام کی قوت و شوکت بڑھانے کے لئے اللہ کی بارگاہ میں حضورؐ کی دعا قبول و منظور ہو کر عمر بن الخطاب کی شکل میں دروازے پر دستک دے رہی تھی۔ جب اطلاع ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا۔ عمرؓ کو اندر آنے دیا جائے۔ صحابہؓ نے یہ بھی بتایا کہ عمر ننگی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر بہادر بیٹا کسی ماں نے نہیں جنا تھا — عمرؓ سامنے آ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا عمرؓ! کیسے آئے ہو؟ تو عرب کے اس بہادر اور نڈر، زیرک کی نظریں جھک گئیں۔ عرض کیا "ایمان لانے کے لئے۔" حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرطِ مسرّت سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اور صحابہؓ نے بھی بیک زبان ہو کر بآواز بلند اللہ اکبر کہا تو مکّہ کی فضائیں توحید الٰہی سے گونج اٹھیں۔ عمرؓ حضورؐ کے سامنے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے اللہ کے محبوبؐ نے نبوّت والا ہاتھ عمرؓ کے سینہ پر رکھا تو کینہ سر پیٹ کے نکل گیا۔ شرک، کفر، بغض و عناد کے بچے کھچے خس و خاشاک کو نبوّت کے ہاتھ کی گرمی نے جلا کر خاکستر کر دیا۔

یہ ہیں عمرؓ جن کی قسمت کا سورج نصف النہار پر چمک رہا ہے۔ گھر سے قتل کرنے نکلے تھے لیکن بارگاہ نبوّت میں پہنچے

تو اپنا سب کچھ لٹا کر اقلیم ایمان و وفا کے تاجدار بن گئے۔ کوئی پوچھے حضرت موسیٰؑ سے کہ جب رب العالمین کی رحمتوں کا دروازہ کھلا ہو تو جاتیں آگ لینے تو نبوت کا تاج سر پر رکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ اور تمام صحابہؓ فیضانِ نبوت کا شاہکار ہیں۔ ان کی زندگیاں اسلام کی عکاسی کرتی ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور اللہ کا قرآن ہمیں اپنی کی راہ پر چلانا چاہتے ہیں۔ لعلکم تتقون کا مطلب یہی ہے کہ سچی بات کہیں اور رزق حلال کھائیں۔ یہ خصلت کافروں کی ہے جو دوسروں کا مال لوٹ کر خوش ہوتے ہیں۔ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہو کر ان کے غم تقسیم کرکے اور راہِ حق میں سب کچھ لٹا کر خوش ہوتا ہے بلکہ اکثر و بیشتر تو یہ ہوتا ہے کہ مومن دوسروں کی بھلائی اور خوشیوں کی خاطر مشقتوں مصیبتوں کا بوجھ خود اٹھا لیتا ہے۔ اس کے باوجود کوئی اس سے زیادتی کرے تو پھر انتقام خدا لیتا ہے۔ صحابی رسول حضرت سعید بن زیدؓ کے خلاف ایک عورت نے دعویٰ دائر کیا کہ اس کی زمین پر انہوں نے ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ گواہ نہیں تھے اس لئے حضرت سعید سے کہا گیا آپ قسم کھائیں۔ انہوں نے کہا زمین تو میری ہے لیکن محض زمین کی خاطر اللہ کے پاک نام کی قسم کھاؤں؟ ایسا نہیں کروں گا۔ میں اپنی زمین سے دستبردار ہوتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے اور اس نے مجھ پر زمین غصب کرنے کا بہتان لگایا ہے تو اس عورت کو اندھا کرکے اس زمین میں موت دے دے۔ کہتے ہیں کہ اس عورت نے جس کا نام اروی بنت اویس تھا۔ زمین میں کنواں بنوایا کچھ دنوں بعد اس کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی اندھی ہوگئی ایک روز اسی کنوئیں میں گر کر مرگئی پورے مدینہ طیبہ میں مشہور ہوگیا کہ اس عورت کو سعید بن زید پر ناحق الزام لگانے کی سزا ملی ہے۔

یہ سب قرآن اور اسلام کی برکت تھی۔ آج لوگ نماز روزے کو معمولی چیز سمجھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ہم کچھ نہ تھے نجس قوم اعزنا اللہ بالاسلام۔ اسلام میں داخل کر کے اللہ نے ہمیں عزتیں عطا فرما دیں۔ مسلمان کی اسلام کے بغیر کوئی قدر و منزلت نہیں ہوسکتی دنیا میں نہ آخرت میں اس لئے ضروری ہے کہ اس نعمت عظمیٰ کی قدر پہچانیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝

جملہ معترضہ

تحریر: ابن الحسن

صحبتِ صالح ترا صالح کند

حضرت سید ابوالحسن علی ندوی اس وقت عالم اسلام کے علماء اور مفکرین میں سب سے زیادہ لائق احترام شخصیت ہیں۔ اپنے علم۔ تقویٰ۔ بلندی فکر اور وسعت نظر کی بنا پر انہیں متفقہ طور پر اس وقت بزرگ ترین مقام حاصل ہے۔ اس پایہ کے سنجیدہ متقی اور حکمت سے متصف مفکر اور رہنما اب سے تیس چالیس برس پہلے تو برصغیر پاکستان و بھارت میں بھی اور دنیائے اسلام میں بھی موجود تھے لیکن اب ایسے بلند پایہ لوگ کمیاب بلکہ نایاب ہیں۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ گزشتہ ہفتہ جب وہ اپنے بیرونی دورہ کے بعد اپنے وطن لکھنؤ واپس جاتے ہوئے کراچی میں تین دن مقیم رہے تو مجھے تینوں دن ان کے فرمودات اور ان کی صحبت کا شرف حاصل ہوا۔ پہلے دن انہوں نے بہادر یار جنگ اکیڈمی میں رابطہ عالم اسلامی کے مہتمم ڈاکٹر انعام اللہ خان صاحب کی ترتیب دی ہوئی ایک مخصوص محفل سے خطاب کیا۔ دوسرے دن جامعہ کراچی میں ان اساتذہ اور طلباء سے خطاب کیا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اہل علم اور بزرگانِ دین سے شرفِ نیاز کا شوق عطا فرمایا ہے۔ اور تیسرے دن فاران کلب کے مہمانوں کی ایک کثیر تعداد کے سامنے تقریر کی۔

یہ تینوں تقریریں پاکستان کی موجودہ پریشاں خیالی اور بے عقلی کی فضا میں معلوم نہیں سامعین کے لیے باعثِ توجہ اور ذریعہ ہدایت ہوئیں یا نہیں یہ میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔ تاہم بہادر یار جنگ اکیڈمی میں میں نے یہ ضرور دیکھا کہ سید صاحب کی تیس پینتیس منٹ کی انتہائی مربوط۔ بے حد عالمانہ اور نہایت درجہ موثر تقریر کے اختتام پر بیشتر حاضرین آبدیدہ تھے اور سید صاحب کی درازی عمر کے لیے دست بدعا۔ تقریر عالم اسلام کی موجودہ حالت پر ایک فکر انگیز تبصرہ تھی۔

میں محترم علی میاں صاحب (عقیدتمندوں میں وہ اسی نام سے مقبول ہیں) کی تقریر کو ان کے منفرد انداز بیان یا ان کی پُر اثر اور دل میں اتر جانے والی زبان میں تو خیر کیا بیان کر سکتا ہوں۔ نہ اس کی اہلیت ہے اور نہ شاید یہ کسی کے لیے ممکن ہے البتہ جس امر کی طرف انہوں نے خصوصی توجہ دلائی تھی وہ یہ تھا کہ جب ان سے کوئی شخص کسی ملک کی ابتلا کا تذکرہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہاں کی حکومت بہت خراب ہے یا وہاں کی معیشت کی حالت ابتر ہے یا وہاں لوگ سیاسی انتشار یا بیرونی خطرات میں گھرے ہوئے ہیں تو وہ اس سے افسردہ تو ضرور ہوتے ہیں لیکن پریشان یا مایوس نہیں ہوتے۔ جو بات انہیں مایوس اور خوفزدہ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس ملک کے معاشرہ کی حالت ابتر اور زبوں ہے۔ ایسا معاشرہ جو مائل بہ تنزل ہو جہاں بے حیائی اور بے حسی بڑھ رہی ہو اور جو اپنے بُرے بھلے کی تمیز سے غافل ہو چکا ہو ان کے لیے اصل تشویش کا باعث ہوتا ہے۔

علی میاں نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ اگر معاشرہ میں شر کے ساتھ خیر کی طاقتیں کارفرما ہیں اور اگر معاشرہ انحطاط کا کلیتاً شکار نہیں ہو گیا ہے تو اُمید باقی رہتی ہے کہ اس معاشرے سے مسائل کے حل اور مشکلات پر قابو پا لینے کے اسباب خود حاصل ہو جائیں گے کیونکہ اچھی یا بُری حکومتیں۔ اچھی یا بُری معیشت۔ جنگ و امن کی کیفیات معاشرے کی صلاحیتوں کے سامنے معاشرے کی قوتوں اور توانائیوں کے سامنے محض ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ انہوں نے بہت افسوس کے ساتھ اِس بات کا ذکر کیا کہ آج مراکش سے انڈونیشیا تک جو کیفیت نہایت مایوس کُن اور تشویش ناک ہے۔ وہ یہی ہے کہ اسلامی معاشرہ اپنی بدترین کیفیت میں داخل ہو رہا ہے۔ اور اکثر جگہ داخل ہو چکا ہے۔ حالت تاتاریوں کے حملہ کے بعد سے اتنی بُری کبھی نہیں ہوئی تھی جتنی اس وقت ہے۔

علی میاں نے ہندوستان کی تاریخ کا حوالہ دیا اور فرمایا کہ صدیوں تک مسلمانوں کے مختلف خاندانوں نے ہندوستان پر حکومت کی۔ یکے بعد دیگرے حکومتیں تبدیل ہوتی تھیں لیکن حکمران پھر بھی مسلمان ہی رہتے تھے جو مقامی آبادی کے مقابلہ میں بہت کم تھے لیکن انتہائی انتشار کی صورت میں بھی مقامی آبادی یہ تصور بھی نہیں کر پاتی تھی کہ مسلمانوں کو حکومت سے ہٹایا جا سکتا ہے۔ ایک خاندان حکومت سے دستبردار ہوتا تھا اور فوراً ہی دوسرا خاندان حکومت قائم کر لیتا تھا۔ یہاں تک کہ رضیہ سلطانہ نے عورت ہوتے ہوئے بھی حکومت کی اور اسے بھی مقامی آبادی نے قبول کیا۔ اس وقت کے مسلمانوں کے معاشرے کا تذکرہ کرنا مقصود نہیں تھا جو بات علی میاں بیان کر رہے تھے وہ یہ تھی کہ مقامی معاشرہ اتنا ناکارہ اور خراب ہو چکا تھا کہ ایک اقلیتی حکومت یا باہر سے آئے ہوئے حکمرانوں کے سامنے صدیوں تک سرتسلیم خم کرنے کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور چارہ کار نہ تھا۔ معاشرہ اچھے منتظمین، اچھے معلمین، اچھی قیادت، اچھے رہنما، اچھے ذہن اور باکمال لوگ پیدا کرنے کی صلاحیت کھودے تو یہی حالت ہوتی ہے۔ ایسا معاشرہ نہ مسائل کے حل پیش کر سکتا ہے اور نہ مشکلات اور خطرات کے مقابلے کی اہلیت رکھتا ہے بلکہ ایسے معاشرے پر مسائل اور خطرات یورش کر دیتے ہیں اور وہ بجائے زندوں کی طرح اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کے دیوانوں کی طرح خودکشی اور خود شکستگی کے درپے ہو جاتا ہے۔

فاران کلب میں علی میاں نے فرمایا کہ پاکستان کو جن دو چیزوں سے بہت زیادہ تشویش ہونی چاہیئے ان میں ایک تو فرقہ واریت ہے اور دوسری صوبائیت یا علاقائیت عوامی سطح پر کلامی بحثیں۔ فرقہ وارانہ اختلافات فقہی مسائل پر کٹ حجتیاں یہ قوم کو لے ڈوبیں گی۔ انہوں نے مذہبی اداروں اور جماعتوں سے متعلق لوگوں کے لئے دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں نیک ہدایت عطا فرمائیں تاکہ قوم میں انتشار اور خلفشار پیدا کرنے سے باز آ جائیں۔

بہادر یار جنگ اکیڈمی اور فاران کلب کی تقاریب میں حاضرین نے علی میاں کو بہت توجہ سے سُنا اور نہایت سنجیدگی کے ساتھ ان کے ارشادات پر توجہ دی جو علی میاں کی تقادیر کے بعد ماحول کی سنجیدگی اور فکرمندی سے ظاہر ہوتی تھی۔ ان دونوں مواقع پر شہر کے مختلف طبقوں سے

تعلق رکھنے والے لوگوں نے شرکت کی تھی اور حاضرین کی حیثیت کسی حد تک نمائندہ تصوّر کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ یہ بات خوش آئند تھی کہ علی میاں صاحب جن کا تعلق پاکستان سے بس اتنا تھا کہ وہ عالم اسلام کی ایک ممتاز شخصیت ہیں اور عہدِ حاضر کے علماء دین میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں اور اس سے قابلِ احترام اور لائق توجہ ہیں۔ کراچی کے سامعین تک وہ باتیں پہنچا گئے جن کو اس دردمندانہ اور پُرخلوص انداز میں کہنے اور دھیمے مگر پراثر طریقہ سے سامعین کے گوش گزار کرانے کی یہاں کسی کو توفیق نہیں ہوتی۔ یہاں جب تک فضا آواز کی گھن گرج اور الفاظ کی ثقافت و شوکت سے نہ لرزنے لگے۔ تقریر کا حق ادا نہیں ہوتا۔ ایک یہ تقریریں تھیں کہ جن کے بعد سامعین سوچنے اور غور و فکر کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ خود اپنا محاسبہ کرنے اور اپنی کمزوریوں پر نظر ڈالنے کی ضرورت محسوس کرنے لگے تاکہ حقیقت۔ حال پر غور کرکے خود آگہی حاصل ہو سکے کیونکہ ؎

نہ تھی حال کی اپنے ہمیں جو خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا

ایک وہ تقریریں ہوتی ہیں جو محراب و منبر سے کی جاتی ہیں اور لوگ سڑکوں پر نکل آتے ہیں امن عامہ کو تہس نہس کر دیتے ہیں۔ بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہو جاتا ہے۔ رفاہ عامہ کی سہولتوں کو مسمار اور تاراج کر دیتے ہیں۔ قتل و غارتگری بربادی اور خرابی کے درپے ہو جاتے ہیں اور یہ سب دین اور مذہب۔ عقائد و ایمانیات کے نام پر کیا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لادین اور لامذہب لوگوں کی طرح ایسے معصوم ذہن جنہیں ابھی دین کی اہمیت اور افادیت۔ اصلیت اور سچائی سے واقف ہونا باقی ہے یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ شاید دین میں ہی کوئی ایسی خرابی ہے جو اس طرح کی افسوسناک اور شرمناک صورت حال پیدا کرتی ہے وہ لوگ جو اس خرابی میں عوام کو مبتلا کرتے ہیں اور بزعم خویش عالم دین اور مذہبی رہنما ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ظاہری شکل و لباس بھی جن کا بہت شرعی اور مقدس ہوتا ہے، نہیں جانتے کہ یہ ساری بربادی اور شورش۔ ہنگامہ اور غارت گری ان کے اعمال نامے میں درج ہوتی ہے اور اگر روزِ حساب کا ان کا کوئی تصوّر ہے تو یقیناً اس پر اس امت خیر کو ایک انبوہ شر میں تبدیل کر دینے کا الزام ہو گا جس کا معلوم وہ کیا جواب دیں گے اور معلوم اس سے کس طرح اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے بَری کرا سکیں گے۔

لیکن آخرت ہر شخص کی شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہونے کے باوجود انسان کے ذہن سے بہت دور رہتی ہے اس کا احساس و ادراک اگر ہو جائے تو پھر اس سے بہتر تو کوئی بات ہی نہیں۔ البتہ مدہوشی کے اس عالم میں جو اسوقت دیکھنے میں آ رہا ہے کم ازکم اس کا ہی شعور ہو سکتا کہ ہمارے علماء خرابی کو خود بھی دیکھ سکتے۔ بھارت سے آئے ہوئے ایک عالم دین نے جو پاکستان میں مسافر تھا اور اجنبی تھا اور جس کی مصروفیات عقیدتمندوں اور مداحین کے ہجوم میں تین دن میں اتنی زیادہ تھیں کہ اس کے لیے پاکستان کے عام معاشرے میں چلنے پھرنے اور گھومنے کا کوئی موقعہ نہیں تھا، فوراً ہی اس ملک اور معاشرے کی اصل حالت کا پوری طرح اندازہ لگا لیا اور اس سے اتنا گہرا اثر لیا کہ اپنے سامعین اور متعلقین کو غور کرتا چھوڑ گیا۔ ہمارے علماء اور دینی رہنما جو اپنی تنگنائے کے محبوس اور غلام ہیں اور جنہوں نے دین پر شخصیات اور احکام الٰہی پر واقعات کو فوقیت دی ہوئی ہے، نہیں سوچتے کہ ہر آنے والا دن ملک اور قوم کو نئے خطرات اور نئے دشمنوں سے دوچار کر رہا ہے۔ ان حضرات کی کم فہمی اور کلامی بحثوں۔ خودپسندیوں اور ہوسناکیوں سے جو انتشار اور خرابی پیدا ہو رہی ہے وہ قوم کے عقائد کو کمزور۔ لادینیت کو طاقتور اور دین کی بنیادوں کی بیخ کنی کر رہی ہے۔

کیسی عجیب بات ہے کہ پاکستان جہاں کی غالب اکثریت مسلمان ہے اور جہاں صبح سے شام تک اسلام اور عالم اسلام کی بات کی جاتی ہے، ہدایت سے محروم رہا ہے اور وہ ممالک جہاں اسلام کی اقلیتی حیثیت بہت ہی قابلِ رحم ہے۔ اس وقت بھی ایسے علمائے دین اور مفکرین اسلام کی رہنمائی اور رشد سے بہرہ ور ہیں جو دین کے معاملہ میں روشن خیال ہیں۔ جن کی فکر و نظر میں وسعت ہے۔ جو فراخ دل ہیں۔ متین اور حلیم ہیں۔ جو منکسر مزاج اور متقی ہیں۔ جن کا مطمع نظر دنیوی ترقی اور مناصب نہیں ہے بلکہ انسان کی خدمت جن کا شعار ہے اور دین کی صحیح روشنی لوگوں تک پہنچانا جن کا مقصد حیات ہے۔ جو دولت اور دنیوی عیش کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور سارا وقت مطالعے۔ تعلیم۔ عبادت۔ تصنیف تحقیق اور تبلیغ میں گزار دیتے ہیں، اور جن کے علم اور ہدایت کی روشنی ہمارے اس باوسائل اور نسبتاً زیادہ متمول معاشرہ تک پہنچتی ہے تو ہمارے لیے تاریکی سے نجات کا ذریعہ بنتی ہے۔

لیکن علی میاں کی ان دو تقریروں سے سامعین پر جو عمومی تاثر سنجیدگی اور متانت کا ہوا۔ اس کے برخلاف ان کی جامعہ کراچی کی تقریر کے بعد میرے قریب بیٹھے ہوئے بعض اساتذہ پر جو غالباً لفظ استاد کے مقابلے میں خود کو پروفیسر کہلانا زیادہ پسند کریں گے۔ نہ صرف تقریر کا کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ ان کی دانشوری پر وہ بہت گراں گزری۔ علی میاں نے نہایت معقولیت اور دھیمے انداز میں تعلیم کی ضرورت اور طلبا کے فرائض کی وضاحت کرتے ہوئے برصغیر کے ممالک میں طلبا کی بدنظمی اور تخریب پسندی کو ان ممالک کے مستقبل کے لئے نہایت نقصان دہ قرار دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہوشمندی کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ بہت جلد جوش میں آ جائیں۔ بھڑک اٹھیں اور ایسے مظاہرے کرنے لگیں جو معاشرے میں بدنظمی پھیلا دیں اور جن سے قومی املاک کو نقصان پہنچے۔ انہوں نے مغرب کی اقوام اور بالخصوص برطانیہ کی ترقی کے دور میں داخل ہونے کی تاریخ کا تجزیہ کیا اور تعلیم کی اہمیت کو اس ترقی کی نسبت سے نہایت عالمانہ اور منطقی دلائل کے ساتھ پیش کیا۔ میرا اندازہ تھا کہ طلبا پر اس کا بہت اچھا اثر ہوا۔ اس سچائی کے ساتھ اور اتنے بےلوث انداز میں انہوں نے غالباً ایک عرصہ سے اس قدر عالمانہ تقریر نہیں سنی تھی۔ بالخصوص ایسی تقریر جو گفتگو کے انداز میں تھی اور محنت سے تحریر کر کے محض کھوکھلے الفاظ سے مزین کر کے پیش نہیں کی گئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ جامع کراچی کے ذہین طلباء نے علی میاں کی تقریر کو نہایت ذوق اور توجہ سے سُنا لیکن پروفیسر حضرات بالعموم بدمزہ نظر آ رہے تھے۔ ایک پروفیسر صاحب نے تمسخرانہ انداز میں زیر لب کچھ ایسے فقرہ بھی سرزد کئے جو ان کی کم علمی اور سطحیت کا ثبوت تھے۔ ایک اور پروفیسر صاحب نے فرمایا کہ "مولانا کو بہت اچھی طرح تیار کر کے لایا گیا ہے"۔ غالباً اس طرح کا الزام علی میاں پر ان کے بدترین دشمن بھی لگانے کی ہمت نہیں کر سکتے تھے۔ ان پروفیسر صاحب کو غالباً یہ علم ہی نہ تھا کہ جس شخص کے متعلق وہ اس طرح کی غیر ذمّہ دارانہ بات کہہ رہے ہیں وہ علم، تقویٰ اور کردار کے کن مدارج کو طے کرنے کے بعد اس حیثیت کو پہنچا ہے جس کے سامنے بڑے سے بڑا عالم دنیائے اسلام میں زانوئے ادب تہہ کرتا ہے۔

جو بات عرض کرنی کی ہے وہ یہ

(باقی صفحہ ۲۵ پر)

"رُوئے سخن کسی کی طرف ہو تو رُوسیہ"

ایم طفیل

یہ ۷۱۱ء کا واقعہ ہے عساکر اسلام نے سپین کے شہر قرطبہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ایک رات اسلامی لشکر نے شب خون مارا۔ مجاہدین قلعہ قرطبہ کی دیواروں سے ملحق دیو قامت درختوں پر چڑھ کر قلعہ کی دیواروں پر کود گئے اور اندر سے قلعہ کے دروازے کھول دیئے۔ اسلامی لشکر جب قلعہ کے اندر داخل ہوا تو ایوان شاہی میں عجیب بساط بچھی تھی۔ عیسائی علماء کے درمیان ایک مناظرہ کا اہتمام کیا گیا تھا کہ یہ فیصلہ ہو سکے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر چڑھتے وقت خمیری روٹی کھائی تھی یا "بےخمیری" اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا پیشاب پلید تھا یا پاک۔ اکابرین شہر کی بڑی تعداد شریک مجلس تھی اور پوری دلچسپی سے مناظرہ دیکھ اور سن رہی تھی۔ اسلامی لشکر ایوان شاہی کو روندتا ہوا آگے بڑھا تو یہ علماء اور مفتیان کرام دامن جھاڑ کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ اکابرین اپنے اپنے گھروں کو لوٹے ان کے لئے سلطنت کا چھن جانا اس مناظرہ سے زیادہ اہم نہ تھا اس لئے وہ سب دل گرفتہ تھے۔ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے لیکن یہ بھی کسی دانشور کا قول ہے اور کس قدر صحیح کہ تاریخ کا سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ انسان نے اس سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ ایک وقت آیا کہ فاتحین قرطبہ کے اخلاف عروس البلاد بغداد میں فلسفہ یونان کے سلسلہ میں اسی نوع کے ایک مناظرہ میں مصروف تھے۔ بغداد کے امراء و اکابرین کے علاوہ عام شہری اس مناظرہ میں دن رات دلچسپی لے رہے تھے اور ادھر تاتاری لشکر ہلاکو خاں کی قیادت میں صدیوں سے اس اسلامی دارالحکومت اور اس میں پرورش پانے والی تہذیب و ثقافت کو تہس نہس کرنے کا عزم لئے شہر پناہ سے باہر ڈیرے ڈال چکا تھا۔ مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے علماء اپنے اپنے حواریوں کے ساتھ پرے باندھے مناظرہ بازی میں مصروف تھے کہ ہلاکو خاں نے یعقوب علقمی سے سازش کے ذریعے اپنا لشکر شہر میں داخل کر دیا اور بغداد پر جو بیتی تاریخ نے اس داستان دلگداز کا ایک ایک حرف بطور امانت اپنے سینے میں محفوظ کر لیا۔ یہ سانحہ ۱۲۵۸ء میں پیش آیا۔

دو قوموں کی عبرت ناک اور تاریخی شکست کے ان واقعات کا تجزیہ کیجئے تو معلوم ہو گا کہ جس وقت ان دو طاقتوں کو بدترین سیاسی اور عسکری ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا سیاسی اور معاشرتی محاذ پر اندرونی شکست و ریخت کے علاوہ مذہبی محاذ پر انہیں من حیث القوم ایسی کج بحثوں فروعی اور فقہی اختلافات اور لایعنی مناظرہ بازی میں اُبھار رکھا تھا جس نے قومی اتحاد اور یکجہتی کا شیرازہ منتشر کر کے رکھ دیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب کوئی قوم زوال و ہزیمت سے دوچار ہوتی ہے تو زندگی کے مختلف شعبے جہاں ادبار و انحطاط کا شکار ہوتے ہیں وہاں مذہب کا محاذ ایسی انارکی کا نقشہ پیش کرتا ہے جہاں ایک مذہبی فرقہ یا گروہ دوسرے کے لئے رواداری، برداشت اور صبر و تحمل ایسے اوصاف سے کلیتاً محروم نظر آتا ہے۔ ہر مخالف مذہبی نقطہ نظر رکھنے والا فتویٰ کفر کی زد میں آتا اور واجب القتل قرار پاتا ہے اور عجیب مضحکہ خیز بات یہ نظر آتی ہے کہ یہ مذہبی گروہ ایسے مسائل پر اختلاف اور انتشار کا شکار ہوتے ہیں جن کا عملی زندگی اور مذہب کے بنیادی عقائد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ دراصل وہ طبقہ جو عوام کو مذہب کے نام پر تقسیم در تقسیم کر کے انتشار و افتراق کے حوالے [illegible]

> فروعی اور فقہی اختلافات کا فروغ کج بحثی اور مذہبی گروہ بندی پر آمادہ معاشرے کی علامت بن جاتی ہے جس میں رواداری اور مخالف نقطہ نظر کو برداشت کرنے کا وصف ختم ہو جاتا ہے۔

چاہتا اور اس انتشار سے اپنا الو سیدھا کرنا چاہتا ہے، بنیادی عقائد پر اختلاف پیدا کر بھی نہیں سکتا اس کے لئے صرف فروعات کا میدان ہوتا ہے جہاں وہ کمال فن کا مظاہرہ کر پاتا ہے اس لئے کہ ان فروعات اور فقہی اختلافات کو سمجھنے کی عام آدمی میں کم ہی صلاحیت ہوتی ہے اور نہ ہی وہ ان کی مذہبی اہمیت سے واقف ہوتا ہے۔ نماز دین کا ستون اور بنیادی رکن ہے اس کے وجوب پر کوئی اختلاف پیدا نہیں کیا جا سکتا لیکن نماز کے دوران آمین بالجہر کا مسئلہ اختلاف کی ان وسعتوں تک پھیلایا جا سکتا ہے کہ اونچی آواز میں آمین کہنے والے مخالف کو گونگے شیطان کے لقب سے نواز سکیں اور خاموشی سے آمین کہنے والے اونچی آواز میں آمین کہنے والوں کو ٹر ینگنے والے گدھے کہہ کر ایک قطعی فروعی مسئلہ پر مخالف کو برداشت نہ کر سکنے کی ذہنیت کا مظاہرہ کر سکیں۔

[illegible] بات یہ ہے کہ قوم جس طبقے سے دین کے معاملے میں رہنمائی کی امید رکھتی ہے اور جس پر قوم کے اتحاد اور یکجہتی کو مضبوط بنانے کی نہایت اہم [illegible] عائد ہوتی ہے۔ وہی اگر باہم دست و گریبان ہو اور گروہی اختلافات پوری قوم کو انتشار کے حوالے کر دیں وہ طبقہ جو منبر و محراب کا وارث ہونے کے ناطے مسجد کے تقدس کو نہ صرف دوسروں سے بہتر طور پر سمجھتا ہے بلکہ اس تقدس کا اصل محافظ بھی ہے۔ اگر وہی مسجد کے اندر ایک دوسرے کے گریبان پر ہاتھ ڈالنے اور ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھالنے پر اتر آتا ہے تو پھر دین و مذہب کے محاذ پر قوم کی رہنمائی اور قیادت کا دعویٰ انہیں کس طرح زیب دے گا اور وہ قوم کے سامنے اپنے کونسے عمل کا نمونہ پیش کریں گے۔ غور و فکر کا مقام ہے کہ اگر ہر مذہبی فرقہ اپنے اوقاف و مساجد کی علیحدگی کے مطالبہ پر اتر آئے۔ اپنے لئے الگ دینی مدارس کا مطالبہ کرنے لگے، اوقاف میں اپنی تعداد کی نسبت سے ملازمتوں کا مطالبہ کرے اور اپنے مسلک کے امام کے پیچھے ہی نماز ادا کرنے کو فرض سمجھ لے اور کسی دوسرے مسلک والے کو اپنی مسجد میں گھسنے نہ دے تو یہ ملک پاکستان کسی ملت واحد اور امت مسلمہ کا پاکستان رہ جائے گا یا بریلوی، دیوبندی، شیعہ، اہل حدیث، شافعی، حنبلی اور مالکی مسلک میں تقسیم ہو جائے گا۔ یہ آزاد ملک جہاں آج انہی اختلافات کے شور میں کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی کیا اس کی آزادی اور حصول کی جدوجہد کے دوران بھی ہمارے درمیان اس نوع کے اختلافات اسی شدت کے ساتھ ابھر کر سامنے آئے تھے اور اگر اپنی آزادی کی جدوجہد کے دوران ہم اسی قسم کے نعرے بلند کرتے رہتے تو کیا اس ملک کا قیام اور اس کا معرض وجود میں آنا ممکن ہو سکتا تھا۔ جس منبر و محراب سے "واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً" کی آواز بلند ہونی چاہئے تھی وہاں سے انتشار اور افتراق اور مخالفین کے لئے طعن و تشنیع کی باتیں ہمیں کہاں لے جائیں گی۔

پاکستان میں اس وقت نفاذ اسلام کا عمل جاری ہے اس کی رفتار کے متعلق کچھ طبقے مطمئن اور کچھ غیر مطمئن ہیں۔ طریق نفاذ پر بھی بعض حلقے معترض ہیں۔ سست روی کا اعتراف تو خود حکومت کو بھی ہے لیکن بہرحال ایک عمل جاری ہے اور یہ بھی کوئی مبالغہ آمیزی نہیں کہ دنیا میں اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والی اس ریاست میں نفاذ اسلام کے عمل کے چرچے اسلامی دنیا میں بالخصوص اور باقی دنیا میں بالعموم ہیں۔ مذہب سیاست، تاریخ اور عمرانیات میں دلچسپی رکھنے والے حلقے اور خاص طور پر عصر حاضر میں اسلام کے کردار پر غور و فکر کرنے والے مسلم اور غیر مسلم سکالرز ہماری اس کاوش کا مختلف زاویہ ہائے نظر سے جائزہ لے رہے ہیں اور اس پر اپنی آراء کا اظہار بھی کرتے رہتے ہیں۔ اگر ہم نے فرقہ واریت اور مذہبی گروہ بندی کے نام پر خود اپنے لئے تضحیک کا سامان پیدا کر لیا تو بیرونی دنیا میں ہماری اسلام پسندی، اسلام دوستی اور نفاذ اسلام کی کوششوں سے جو تاثر لیا جا سکتا ہے اسے سمجھنا مشکل نہیں ہونا چاہئے بلکہ یہ بھی سمجھنا مشکل نہیں کہ ان حالات میں نفاذ اسلام کی کوششوں کو کہاں تک کامیاب بنایا جا سکتا ہے۔ جب کامیاب بنانے والے اور ان کوششوں کو آگے بڑھانے والے خود ہی رجعت قہقری کا شکار ہوں۔

ایک بات جس کی طرف علم و فضل کے ان سپوتوں اور دین اسلام کے علمبرداروں کو توجہ دلانے کی ضرورت پیش نہیں آنی چاہئے وہ ملک کو درپیش حالات و خطرات ہیں جنہوں نے ہر دردمند دل رکھنے والے کو دل گرفتہ کر رکھا ہے۔ ملکی سلامتی اور بقا کو درپیش خطرات جن وسوسوں اور اندیشوں کو جنم دے رہے ہیں کیا ان کا تقاضا یہی ہے کہ ایک اور اندرونی محاذ پر انتشار و تفریق کی توپوں کے دہانے کھول دیئے جائیں۔ محافظان دین متین کا یہ عمل ملک و ملت کو فائدہ پہنچائے گا یا دشمن کے ہاتھ مضبوط کرے گا۔؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک صحابی بارگاہ رسالت صلعم میں حاضر ہوئے اور آنکھوں کی بیماری کی شکایت کی اور عرض کیا کیا میں بحالت روزہ سرمہ لگا سکتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں لگا سکتے ہو۔ (ترمذی۔ اول۔)

بقیہ : اداریہ

کرنے کے لئے بہرحال وہ تمام اقدامات کرنے ہوں گے جن کا عوامی سطح پر مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

×

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ کا عجیب و غریب نوٹس

گذشتہ روز گوجرانوالہ پولیس نے مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے سیکرٹری اطلاعات مولانا زاہد الراشدی سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ کے ایک نوٹس کی تعمیل کرائی ہے جو ۷ رجون ۸۴ء کا جاری کردہ ہے اور اس میں یہ کہا گیا ہے کہ آپ نے گذشتہ سال دسمبر کے آخر میں چنیوٹ میں منعقدہ کل پاکستان ختم نبوت کانفرنس میں جو تقریر کی تھی وہ قابل اعتراض اور اشتعال انگیز تھی اور اس سے امن عامہ کو خطرہ لاحق ہوا ہے۔ اس لئے آپ کو وارننگ دی جاتی ہے کہ آئندہ اس قسم کی تقریر نہ کریں۔

مولانا زاہد الراشدی کا کہنا ہے کہ انہوں نے چنیوٹ میں ختم نبوّت کانفرنس میں مرکزی مجلس عمل کے ان مطالبات پر تفصیل سے روشنی ڈالی تھی جن میں سے بیشتر مطالبات کو حکومت نے منظور کرکے آرڈیننس کی شکل میں ملک میں نافذ بھی کر دیا ہے مگر ڈی۔ایم جھنگ کو اب یاد آیا ہے کہ ان کی تقریر قابل اعتراض تھی۔ اس صورت حال میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ کا یہ نوٹس نہ صرف عجیب و غریب بلکہ مضحکہ خیز بھی ہے اور حکومت کو اس کے پس منظر پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے کہ آخر ڈی۔ایم جھنگ کو ایک ایسی تقریر پر جس میں کئے گئے بہت سے مطالبات حکومت منظور کر چکی ہے پانچ ماہ بعد نوٹس جاری کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی ہے؟

رمضان کے روزے اور حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت کے لئے سہولتیں

مولانا قاری محمد الیاس، فیصل آباد

چند سالوں سے ماہ رمضان المبارک گرمیوں میں آرہا ہے۔ اس دفعہ تو خاص طور پر شدید گرمی محسوس کی جا رہی ہے ــــ لیکن توفیق خداوندی سے اللہ کے نیک بندے اس مالک حقیقی کا حکم سمجھ کر بہرصورت بجا آوری پر تلے ہوئے ہیں۔ شوگر کے مریض جنہیں دن میں دسیوں دفعہ پانی پینا پڑتا ہے پانی نہ پینے کی صورت میں اپنی موت نظر آتی ہے ایسے ہی وہ ناتوان و ضعیف جن کے کھانے پینے کی مقدار اگرچہ کم ہوتی ہے مگر زیادہ دیر تک بھوک پیاس برداشت کرنے کی سکّت نہیں رکھتے۔ رحمتِ خداوندی کے شاملِ حال ہونے کی وجہ سے اتنی شدید گرمی میں باقی روزہ داروں کی طرح وہ بھی صبح سے شام تک کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ یہ سب کچھ کیوں؟ تاکہ اس ذات کی حکم عدولی نہ ہو جائے۔ جس نے صحت تندرستی اور طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے۔ ہر مسلمان اگر یہ بات ذہن نشین کرلے کہ اللہ تعالیٰ یہ نعمتیں کسی اور طریقہ سے بھی ہم سے چھین سکتے ہیں۔ مثلاً خدانخواستہ کسی کو ایسی مرض میں مبتلا کر دے کہ کچھ کھا پی ہی نہ سکے۔ کتنے کروڑ پتی ایسے ہیں جو سوائے ابلی ہوئی سبزی کے کوئی لذیذ غذا استعمال نہیں کرسکتے مرغا، انڈا، مچھلی، چاول، گوشت، چینی، نمک اور پھل وغیرہ ان کے لئے شجرِ ممنوعہ کی حیثیت رکھتے ہیں تو شدید ترین گرمیوں کے موسم میں بھی روزہ رکھنا آسان ہو جائے کیونکہ اس میں تو صرف ایک ماہ تک اور وہ بھی محدود وقت میں کھانے پینے وغیرہ سے روکا ہے اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ۔ چند گنے ہوئے دن ہیں۔

اس امّت کے لئے سہولتیں

یہودیوں کے ہاں روزہ کی یہ صورت تھی کہ افطاری کے وقت ایک دفعہ جو کھا لیا کھا لیا۔ اس وقت سے دوسرا روزہ شروع ہو جاتا۔ عرب میں یہ رواج تھا کہ سونے سے پہلے پہل اگر کھا لیا تو بہتر ورنہ بعد میں کھانا پینا ایسا ہی ممنوع ہوتا جیسے روزہ کی حالت میں چند صحابہ کرام کو جب اس سخت پابندی کی وجہ سے بعض دفعہ پریشانی کا سامنا کرنا پڑا تو اس پر یہ آیت اتری وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (بقرہ) اور اس وقت تک کھاؤ پیو جب تک رات کا تاریک خط صبح کے سفید خط سے ممتاز نہ ہو جائے۔

توراۃ وغیرہ میں کسی حال میں بھی اس کے ماننے والوں کو روزہ رکھنے سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا بلکہ یہ حکم تھا کہ اس مسافر پر بھی روزہ فرض ہوگا جو اگرچہ یہودی نہیں مگر یہودیوں کے پاس آکر وہ رہا ہو۔ اس امت کے لئے یہ سہولت پیدا کی گئی کہ ہر قسم کے معذور و مجبور لوگوں کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا گیا، بچے مستثنیٰ ہیں۔ عورتوں کو ایام حمل و رضاعت اور ہر مہینہ کے مخصوص

دنوں کے روزے بعد میں رکھ لینے کا حکم دیا گیا۔ اسی طرح بوڑھے یا بیمار اور مسافر بھی اس سے مستثنیٰ ہیں۔

ترمذی شریف میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رض قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ وَضَعَ عَنِ الْحَامِلِ وَالْمُرْضِعِ الصَّوْم

حضرت انس رض سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت سے روزہ ہٹا دیا یعنی بعد میں رکھ لے۔ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں اکثر شمسی سال معتبر ہے اور شمسی سال میں روزہ کے لئے جو تاریخیں متعین ہوں گی ظاہر ہے کہ ان میں تبدیلی ممکن نہیں جس کی وجہ سے کچھ علاقوں کے لوگ تو ہمیشہ سخت گرمیوں میں روزے رکھیں گے اور کچھ ہمیشہ سردیوں میں، گویا ایک طبقہ ہمیشہ راحت میں ہوگا دوسرا ہمیشہ تکلیف میں۔ امتِ محمدیہ کے لئے ایک راحت یہ پیدا کی گئی کہ باقی تمام دینی احکام کی طرح روزوں کے لئے بھی قمری حساب معتبر مانا گیا ہے جس کی وجہ سے روزے کبھی گرمیوں میں کبھی سردیوں میں، کبھی چند روز گرمیوں میں اور دوسرے چند سردیوں میں آتے رہتے ہیں۔

ادیانِ سابقہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں بعض دیگر امور کی طرح روزوں میں بھی افراط و تفریط پائی جاتی تھی یا تو چالیس چالیس دنوں کا فاقہ تھا یا روزہ کی حالت میں غلہ اور گوشت کے سوا پھل تک کھانے کی اجازت تھی۔ لیکن امتِ محمدیہ کے لئے اعتدال کی راہ اختیار کی گئی کہ روک تو ہر چیز کے کھانے پینے سے دیا گیا مگر صرف چند گھنٹوں تک اور ایک مہینہ کے لئے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ دن خواہ کتنا بڑا ہو اس میں روزہ ضرور رکھنا ہے۔ بلکہ حکم یہ ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ جو اس مہینہ کو پائے وہ مہینہ بھر روزے رکھے۔ شَهِدَ کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ روزے اسی پر واجب ہیں جو اس ماہ صیام میں موجود و حاضر ہو۔ اس ماہ میں غیر حاضر ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ماہ رمضان المبارک آئے اور شخص غیر حاضر ہو یعنی اس دنیا میں موجود نہ ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ یہ شخص اپنی جگہ پر موجود ہو مگر ماہ رمضان کا وہاں سے گذر نہ ہو یہ صورت ان ممالک میں پیش آتی ہے جہاں کئی مہینوں کے دن اور کئی مہینوں کی راتیں ہوتی ہیں لیکن اگر وہاں کے مسلمان چاہیں تو دیگر ممالک کے کیلنڈر کو معیار بنا کر روزے رکھیں اور کھولیں جیسا کہ اس حدیث دجال سے ثابت ہے، جو صحاح میں موجود ہے۔ اسی طرح وہ ممالک جہاں اتنے بڑے بڑے دن ہوں کہ لوگ روزہ کا تحمل نہ کر سکتے ہوں وہاں کے مسلمانوں کے لئے یہ آیت موجود ہے اس پر عمل کریں۔

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۝

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس ماہ مبارک کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

زندگی بے بندگی شرمندگی

شرک

شرک ایک ظاہر کا ہوتا ہے اور ایک باطن کا۔ ظاہر کا شرک تو بتوں کی پرستش کرنا ہے اور باطن کا شرک مخلوق پر بھروسا کرنا اور ان سے نفع و ضرر کا سمجھنا ہے۔

(نصائح غوث الاعظم رح)

به سلسلہ اصلاحِ معاشرہ — قسط ۴ — محمد سمیع صاحب اسلام آباد

نفاذِ اسلام اور اصلاحِ معاشرہ کے بنیادی تقاضوں کے بارے میں چند تجاویز

نظامِ معاشرت

۱۔ طرزِ تعمیر میں پردہ کے اہتمام کی ضرورت

اسلام آباد اور دیگر بڑے شہروں میں جدید طرز تعمیر کے تحت پردہ جو اسلامی معاشرہ کا ایک اہم جزو ہے کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا۔

کوٹھیوں کے برآمدے، لان اور اوپر کے صحن وغیرہ عموماً نیم عریاں ہونے کے باعث دعوت نظارہ دیتے ہیں، جو اسلامی اقدار کے خلاف ہیں۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"اگر کوئی تیرے گھر میں جھانکے اور تو نے اس کی اجازت نہ دی ہو پھر تو نے کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دی تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں"۔ (بخاری ومسلم)

پردہ کے لحاظ سے "اے ٹائپ" کوارٹر ہی بھلے ہیں جن میں کم از کم چار دیواری کا اہتمام کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں یہاں کی جدید طرز تعمیر میں بیت الخلا میں کموڈ کی سمت کے تعین کی طرف ہی کوئی دھیان نہیں دیا گیا۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ کئی کوٹھیوں میں کموڈ کا منہ یا پیٹھ قبلہ سمت ہے جو کہ قابل اعتراض ہے۔

لہٰذا اس ضمن میں حکومت کو ضروری کارروائی بلا تاخیر کرنی چاہیئے۔ تاکہ ہماری تہذیب کی روایات مجروح نہ ہوں۔ مزید برآں فن تعمیر میں سادگی کا اہتمام کیا جائے۔ حدیث نبوی ہے کہ جب بندے کے مال سے برکت ہٹا لی جاتی ہے تو وہ اسے پانی اور گارے یعنی بلاضرورت بنگلوں اور کوٹھیوں کی تعمیر میں لگا دیتا ہے۔ روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے عالیشان عمارت بنانے پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔ اس لئے اقتصادی اور شرعی نقطۂ نظر سے بھی ضروری ہے کہ قومی دولت کو ضیاع سے بچایا جائے۔

ارشاد ربانی ہے:

ولا تبذر تبذیرًا ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین۔ (۱۸:۲۶-۲۶)

ترجمہ: فضول خرچی نہ کرو کہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

۲۔ جمعہ بازاروں کے اخلاقی پہلو کا جائزہ لینے کی سفارش

ایک اسلامی معاشرہ میں اخلاقی اور روحانی قدروں کا تحفظ جمعہ بازاروں میں چند سستی اشیاء کی حصولی سے کہیں زیادہ ضروری اور مقدم ہے۔ پچھلے تین چار سال کا تجربہ شاہد ہے کہ اسلام آباد اور دیگر شہروں کے یہ جمعہ بازار اور دیگر ہفت روزہ بازار مرد وزن کے اختلاط کے زبردست مواقع فراہم کر رہے ہیں۔ جس سے بے ہودگی اور بے حیائی کو بے حد تقویت مل رہی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف ملک میں اسلامی نظام نافذ کرنے کا دعویٰ کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف سودی نظام مخلوط تقریبات اور رقص وسرود کی محفلیں بھی جاری ہیں۔ در اصل یہ دوعملی اور منافقت احکامات خداوندی کے ساتھ مذاق ہے اور غضب خداوندی

کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

قرآن مجید میں رب العرش العظیم فرماتے ہیں:

ترجمہ: یہ بات حتمی اور یقینی ہے کہ جو افراد اور ادارے ایمان لانے والے معاشرے میں بے حیائی کی اشاعت کرتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب (عذاب الیم) ناگزیر ہے۔

مرکزی دارالحکومت اسلام آباد میں تو جمعہ بازار کی تیاری جمعرات ہی سے شروع ہو جاتی ہے جسے دیکھو دوڑے چلا جا رہا ہے۔ جیسے یہاں پر ہر چیز مفت ملتی ہوگی۔ لوگ ہفتہ بھر کی شاپنگ (shopping) کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ قیمتوں کا اگر موازنہ کیا جائے تو خاص فرق نظر نہیں آتا۔ البتہ سبزیات اور پھل قدرے سستے مل جاتے ہیں۔ دیگر اشیاء نسبتاً قیمتاً کم مل جائیں گی مگر اکثر غیر معیاری ہوتی ہیں۔

ان بازاروں میں عموماً اکثریت خواتین ہی کی ہوتی ہے مگر اس کے علاوہ فالتو قسم کے لوگ بھی نظر آتے ہیں جو کہ خریداری تو کرتے نہیں صرف خواتین کے تعاقب میں لگے رہتے ہیں اور ان کی زیب و زینت سے محظوظ ہونا ان کا مشغلہ ہوتا ہے۔

ہماری رائے میں تو جمعہ بازاروں کے نقصانات ان کے فوائد سے کہیں بڑھ کر ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:-

۱- ہر آدمی اپنی ضرورت سے زیادہ ہی خریداری کر لیتا ہے چاہے گھر پر لا کر وہ چیزیں ضائع ہی ہو جائیں مگر اس وقت تو خرید لیں یہ سمجھ کر کہ سستی مل گئی ہیں۔ اس سے گھروں کے بجٹ بہت متاثر ہو رہے ہیں۔

۲- بے حیائی و بے پردگی کا ایک طوفان ہے۔ یہ بازار اختلاط کا مرکز ہیں ان کے ذریعہ گھروں میں بدمزگی پھیل رہی ہے کہ بعض خواتین صبح سے بناؤ سنگھار کر کے گھر سے خریداری کے لئے نکلتی ہیں اور شام کو گھر لوٹتی ہیں۔ اگر جمعہ بازار لگنے بند ہو جائیں تو جمعہ کے دن ساری بیگمات گھر میں بیٹھ سکیں گی اور اس طرح ان کی توجہ ادائیگی نماز تلاوت قرآن مجید کی طرف مبذول ہو سکے گی۔

۳- سستی اشیاء کی فراہمی کے لئے گورنمنٹ دیگر اقدامات کر سکتی ہے۔ ویسے بھی ان جمعہ بازاروں میں غیر معیاری اشیاء فروخت کی جا رہی ہیں۔

لہٰذا صدر مملکت سے التماس ہے کہ وہ جمعہ بازاروں کے اخلاقی پہلوؤں کا جائزہ لے کہ ان سے ایسی برائیاں جنم لے رہی ہیں جو کہ اصلاح معاشرہ کا تضاد ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ زمین پر سب سے بدترین جگہیں بازار ہیں۔ اس کے برعکس گذشتہ چند سالوں سے ملک کے مختلف شہروں میں جمعہ بازار، انوار بازار، منگل بازار وغیرہ کا ایک جال پھیلا دیا ہے۔ جس سے جنسی اختلاط تشویشناک حد تک بڑھ گیا ہے۔ جو کہ سراسر احکامات اسلام کے منافی ہے۔ لہٰذا ان بازاروں کو بند کر دیا جائے۔ کیونکہ چند کوڑی سستی اشیاء جن کے عوض قوم اخلاقی بحران کا شکار ہو جائے ایک اسلامی مملکت کے لئے کسی صورت بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ ہماری اصل اساس شرم و حیا ہے۔ جو کہ جزو ایمان ہے اور جس کی حفاظت سب سے مقدم ہے۔

۳- یوم پاکستان بجائے چودہ ۱۴ اگست کے ۲۷ رمضان المبارک کو منانے کی سفارش

سن ہجری کی رو سے پاکستان کا قیام ۲۷ رمضان المبارک کو ہوا۔ مگر تقاضے کے باوجود حکومت ۲۷ رمضان المبارک کو نظر انداز کر کے سن عیسوی کے اعتبار سے ۱۴ اگست کو یوم پاکستان اور یوم آزادی مناتی ہے جس سے ہجری تقویم کے اجراء میں بھی رکاوٹ ہے۔

ملک میں اسلامی اقدار کی احیا کی نسبت سے حکومت کو یہ تجویز پیش کی جاتی ہے کہ ہم آئندہ ۲۷ رمضان المبارک سے یوم استقلال منائیں جس سے نہ صرف پاکستان کے حقیقی تصور اجاگر کرنے میں مدد ملے گی بلکہ ماہ مبارک کی بدولت عوام میں نظام اسلام کے قیام کی جدوجہد کو تیز تر کرنے کا جذبہ بھی پیدا کر سکیں گے۔ کیونکہ آجکل

اسلامی تقویم صرف عبادات تک محدود کر کے معاشرے سے عملاً اس کا رشتہ منقطع کر دیا گیا ہے جبکہ ہمارے ملی تشخص، تہذیب اور روایات کو برقرار رکھنا اسلامی تقویم کے بغیر محال ہے۔

لہٰذا یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں کسی تامل و تاخیر کے بغیر پاکستان کا یوم آزادی ۲۷ رمضان المبارک کو ہی منانا چاہیئے تا کہ اس نعمت خداداد کا ہم کما حقہ شکر ادا کر کے قرآن مجید سے وابستگی کے عہد کی تجدید کر سکیں۔

۴- خوشی کے مواقع پر تالیاں بجا کر (clapping) داد تحسین کے بجائے اسلامی طریقہ کار کو اختیار کرنے کی ضرورت

محفلیں اور تقریبات میں اظہار خوشی یا تائید کے طور پر تالیاں بجا کر مقررین یا مہمانان گرامی کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے جو کہ قرآن مجید میں کفار اور دشمنان اسلام کا شیوہ بتایا گیا ہے (۸:۳۵) یہ ایک غیر شعوری طریقہ ہے جس کو غیر شعوری طور پر ہم نے اپنے ہاں رائج کر لیا ہے۔

لہٰذا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ سرکاری تقریبات میں تالیاں بجا کر داد تحسین دینے کے اللہ اکبر، جزاک اللہ، مرحبا، الحمد للہ، جیسے اسلامی کلمات کہے جائیں۔ تا کہ ان محفلوں میں برکت کا نزول ہو اور اسلامی طور طریقے زندہ ہوں۔

۵- تن سازی (Body Building) اور دیگر کھیلوں میں مردانہ ستر پوشی کی جائے

شریعت اسلامیہ کے مطابق مرد کا ستر ناف سے گھٹنوں تک ہے۔ ان احکامات کے تحت جسم سازی (Body Building) اور دیگر کھیلوں مثلاً کشتی، کبڈی، فٹ بال وغیرہ میں مردانہ ستر کی حفاظت ضروری ہے۔

لہٰذا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ان کھیلوں کے انعقاد میں ستر اسلامی کو ملحوظ خاطر رکھا جائے اور خلاف ورزی کی صورت میں متعلقہ کھلاڑیوں کو سزا دی جائے۔ اور ٹی وی پر بھی ایسی کھیلوں کی نمائش بند کی جائے۔

۶- خواتین تنظیموں کے گیت میلے کے پروگرام جو کہ ہماری تہذیب اور روایات کے منافی ہیں ان کے بجائے درس قرآن کے حلقے قائم کرنے کی ضرورت ہے

گذشتہ سالوں کی طرح فروری ۱۹۸۴ء کے دوسرے ہفتے میں راولپنڈی میں پفوا (Paf Women Association) کے ثقافتی پروگرام "رنگ بہار" کا انعقاد ہوا۔ اخباری اطلاعات کے مطابق یہ اس کی سب سے بڑی تقریب تھی۔ جس کی صدارت بیگم صدر مملکت نے کی۔ جبکہ اس میں شرکت کرنے والوں میں وفاقی وزراء، مسلح افواج کے سربراہوں، اسلام آباد میں مقیم غیر ملکی سفیروں اور سول و فوجی حکام کی بیگمات نے شرکت کی۔ مختلف قسم کے گیت و موسیقی کے پروگرام تقریب میں پیش کئے گئے۔ ان پروگراموں میں اول دوم سوم آنے والی خواتین کو انعامات دئے گئے۔

ہر درد مند مسلمان عورت و مرد یہ محسوس کرتا ہے کہ ایسے گیت میلے کے پروگرام ہماری تہذیب اور اسلامی روایات کے خلاف ہیں۔ گیت اور موسیقی روح کی غذا ضرور ہوگی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کے لئے۔ لیکن ہم تو اللہ اور اللہ کے رسول کے عشق اور فرمانبرداری کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ ہماری روحوں کے لئے یہ سراسر موت بنائے گئے ہیں۔

لہٰذا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ایسے پروگراموں کی منتظم خواتین کو پابند کیا جائے کہ ان کے بجائے وہ کلام مجید کے مطالعہ کے حلقے قائم کریں اور اپنی روزمرہ کی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب کے احکام کے مطابق گذارنے میں صرف کرنے کی فکر کریں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں۔ اور پھر دیکھیں کہ ان کے گھروں، اڑوس پڑوس، محلہ، بستی اور ملک کے گوشہ گوشہ میں کس طرح دین کی حقیقی

بہار آتی ہے۔

۷۔ ایر ہوسٹس کے نظام کو جاری رکھنے کا کوئی جواز نہیں

روزنامہ "جسارت" کراچی مورخہ ۸ر فروری ۱۹۸۴ء کے کالم نقطۂ نظر میں "ایر ہوسٹس بننے کی ترغیب" کے عنوان سے حسبِ ذیل سطور ملاحظہ ہوں؛

مکرمی ۵ر جنوری کے روزنامہ جسارت میں پی آئی اے کے مینجر تعلقات عامہ کی جو وضاحت خواتین میزبانوں کے بارے میں آئی ہے۔ کسی بھی لحاظ سے قابل قبول نہیں ہے میں پی آئی اے کا سابق ملازم ہُوں اور اُن تمام مراحل سے بخوبی واقف ہُوں ان سے ایک فضائی میزبان کے انٹرویو سے لے کر دَورانِ ٹریننگ اور بعد میں فضائی میزبانی کے فرائض انجام دینے تک ایک لڑکی کو گزرنا پڑتا ہے۔ ان تمام مراحل کے بارے میں تفصیل بیان کرنے کی قلم اجازت نہیں دیتا۔ ان تمام مراحل میں ایسے درندہ صفت انسانوں سے بھی لڑکیوں کو واسطہ پڑتا ہے۔ جن کا ذکر کرنا مناسب نہیں اور کوئی بھی باعزت مسلمان اپنی لڑکیوں کو اس قسم کا یا اس سے ملتا جلتا کوئی بھی پیشہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ میں اُن مغرب زدہ خاندانوں کی بات یہاں نہیں کرتا جن کی زندگی ایک معاشی حیوان سے کچھ نہیں ہے جو لوگ صرف اپنی دنیا کی زندگی اور معاشی آسودہ حالی ہی کو فضائی میزبان کے علاوہ بھی جو پیشہ چاہیں اختیار کرا سکتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو اپنی زندگی خدا کی قائم کردہ حدود کے اندر گزارنا چاہتے ہیں اور جن کا نصب العین رزق حلال ہی حاصل کرنا ہو اُن کے لئے اپنی بچیوں کو اس قسم کا پیشہ اختیار کرانے سے موت بہتر ہے۔ رہا اس قسم کا سوال کہ دَوران سفر مسافر خواتین کی دیکھ بھال تو اس میں بھی اوپر بیان کردہ وضاحت کافی ہے کہ جو لوگ اسلامی شعار کو اپنائے ہوئے ہیں اور پردہ کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اُن کے لئے چند گھنٹے کا یہ سفر کوئی پریشانی کا باعث نہیں بن سکتا وہ جہاں بھی اور جس مقام پر بھی ہوں گے اسلامی شعار کا چلتا پھرتا نمونہ ہوں گے۔ اور جنہوں نے اسلام کی حقانیت کو سمجھ کر اپنایا ہے اُن کے لئے کوئی مشکل نہیں اور مرد فضائی میزبانی اپنی اخلاقی حدود کے اندر رہ کر یہ کام کر سکتے ہیں۔ وضاحت میں دوسرے برادر اسلامی ملکوں کی جو مثال دی گئی ہے وہ بھی کوئی وزن نہیں رکھتی کیونکہ اسلام کے خلاف جو بھی عمل کرتا ہے وہ ہمارے لئے قابلِ عمل نہیں ہے۔ مثلاً یہاں سعودی عرب میں کسی سعودی عورت کو ملازمت کرنے کی اجازت نہیں اور جہاں کہیں ضرورت ہے وہ غیر سعودی لڑکیوں کو ملازم رکھا گیا ہے۔ سعودی ایرلائن میں بے شمار ایرہوسٹس کام کرتی ہیں اور ان میں اکثریت پی آئی اے کی سابقہ ایرہوسٹس کی ہے اور وہ یہاں بازار میں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں اُن کے لباس اور وضع قطع سے ہم پاکستانیوں کے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔ یہ سب ٹریننگ پی آئی اے ہی سے لے کر آئی ہیں۔ آخر میں میری اُن تمام مسلمانوں بھائیوں سے اپیل ہے جن کا اسلام پر غیر متزلزل ایمان ہے کہ وہ اس قسم کی وضاحتوں اور بھونڈی تاویلوں کی مذمت اور حوصلہ شکنی کریں۔ اور اسلامی شعار کو اجاگر کرنے کی کوشش کریں تاکہ سرزمین پاک میں اسلامی نظام کا نفاذ آسان ہو سکے۔ جس کے لئے گرانقدر قربانیاں دے کر یہ ملک حاصل کیا گیا تھا۔

(گلزار حسین ڈار۔ جدہ)

مندرجہ بالا وضاحت اور تفصیلات کے پیش نظر یہ بات بالکل عیاں ہے کہ اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے ایرہوسٹس کے نظام کو قائم رکھنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ یہاں یہ بھی واضح ہے کہ ہیڈکوارٹر چھوڑنے کے بعد ایرہوسٹس کے بالخصوص بیرون ممالک شب بسری کے لئے کوئی قابلِ اعتماد انتظامات نہیں ہوتے۔ جس سے ان کی عزت ہر وقت خطرہ میں رہتی ہے۔ مرد (Steward) فضائی میزبانی کے فرائض بخوبی سرانجام دے سکتے ہیں۔

لہٰذا حکومت سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ آئندہ کے لئے ایرہوسٹس کی

بھرتی بند کی جائے اور اگر موجودہ ایرہوسٹس کے لئے فوری طور پر کوئی متبادل کام نہ ہو تو ہوائی جہاز میں خواتین مسافروں کی نشست گاہیں مخصوص کر دی جائیں جیسا کہ گاڑیوں اور اومنی بسوں میں ہوتی ہیں۔ وہاں ایرہوسٹس خالصتاً خواتین مسافروں کی دیکھ بھال کریں۔ یا موجودہ ایرہوسٹس کی Absorbtion (کھپت) خواتین کے لئے مخصوص اداروں اور تعلیمی درسگاہوں میں کی جائے۔

۸۔ نرسنگ کے پیشہ کو شرعی تقاضوں کے مطابق بنانے کی ضرورت

یہ بڑے دُکھ کی بات ہے کہ نرسنگ کی تربیت کے دوران لڑکیوں کو سر پر دوپٹہ لینے کی اجازت نہیں ہوتی جس کی وجہ متوسط طبقہ کی باحیا لڑکیاں شروع شروع میں بے چینی محسوس کرتی ہیں۔ ان کے سرپرستوں کی شکایت کے جواب میں منتظمین یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ سر نہ ڈھکنے کی پابندی اس لئے عائد کی جاتی ہے کہ شرمیلی لڑکیاں مرد بیماروں کے پاس جانے سے حجاب نہ کریں۔ نہ صرف یہ بلکہ ان کی یونیفارم اس طرح بنائی گئی کہ ایک وی نما سا کپڑا ان کے گلے کے گرد ہوتا ہے جس کی حیثیت ایک badge یعنی نمائشی پٹی کی سی ہے۔

اس لئے حکومت سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اسلامی اقدار کے احیاء کے لئے نرسوں کے یونیفارم میں مناسب تبدیلی لائی جائے اور ٹریننگ کے دوران انہیں سر ڈھانپنے کی نہ صرف اجازت بلکہ سہولت بہم پہنچائی جائے۔ مزید برآں شرعی تقاضوں کے تحت انہیں غیر محرم مردوں کی تیمارداری کے لئے نہ متعین کیا جائے بلکہ male nurses (مرد نرسوں) کا انتظام کیا جائے۔

۹۔ شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے لادینیت اور مغربیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے خلاف دردمند خواتین کو میدانِ عمل میں آنا چاہیئے

ہمارے ملک کے ارباب بست و کشاد عورتوں کی ترقی کا معیار مردوں کے دائرہ عمل میں شانہ بشانہ کام کرنے کو گردانتے ہیں۔ حالانکہ خواتین کی ترقی اسلامی حدود میں رہ کر ہونی چاہیئے۔

اب وقت آگیا ہے کہ اسلام کے بارے میں دردمند خواتین میدان عمل میں آجائیں اور نفاذ اسلام کے لئے متحد و متحرک ہو جائیں اور ایک سیسہ پلائی دیوار بن کے اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو ایک طرف تو اسلام کی زریں تعلیمات سے آگاہ کریں وہیں پاکستان کی تمام خواتین کی نمائندہ بن کر ان بے لگام مغرب زدہ عورتوں کو منہ توڑ جواب دیں جو قرآن و سنت کے احکام اور اصولوں کو ظلم اور ناانصافی سے تعبیر کرتی ہیں اور انہیں بتا دیں کہ پاکستان کی مسلم خواتین اسلام کے قوانین پر پورا پورا یقین رکھتی ہیں اور انہیں پردہ، علیحدہ تعلیم، اصول ضابطہ قانون منظور ہے جو شریعت ان کے لئے تجویز کرتی ہے تاکہ دوعملی اور تضاد ختم ہو اور مغرب زدہ عورتوں کو قرآن و سنت کے واضح احکامات کے خلاف محاذ آرائی کرنے کی جرأت نہ ہو۔

اس ضمن میں حکومت بھی اپنی ذمہ داری محسوس کرے اور ویمن ڈویژن جس کو حال ہی میں اسی کروڑ (۸۰) روپے کی خطیر رقم دی ہے پابندی لگائے کہ وہ مختلف پروگراموں کے تحت عورتوں کے اندر کھلی بے راہ روی پیدا کرنے اور مخلوط معاشرے کی تشکیل سے باز آئے۔ ان کی پیدا کردہ رکاوٹوں اور دباؤ سے ہی علیحدہ خواتین یونیورسٹیوں کا قیام ممکن نہیں ہو رہا۔ اس طرح وزارت خاندانی منصوبہ بندی (Population Welfare Division) اور وزارتِ ثقافت کو بند کیا جائے جو کہ نہ صرف قومی دولت کا ضیاع ہیں بلکہ ان کے تحت ملک میں بے حیائی تشویشناک صورت اختیار کر چکی ہے۔

۱۰۔ نظام اسلام میں موسیقی کے پروگراموں کی کوئی گنجائش نہیں انہیں ممنوع قرار دیا جائے

ڈائریکٹر جنرل پاکستان براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کا یہ بیان بہت افسوسناک

ہے کہ "ریڈیو سے موسیقی کے پروگرام یکدم بند نہیں کئے جا سکتے کہ جب تک عوام کا ذہن اس بات کو قبول نہ کرے"۔

آپ چند ہزار گانے کے شائقین کو چھوڑ کر باقی نو سات آٹھ کروڑ عوام سے دریافت کریں اور پھر جہاں اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم آگیا وہاں کسی کی پسند یا رائے کیا دخل رکھتی ہے ؟ چلئے تھوڑی دیر کے لئے تصور کر لیں کہ عوام کے ذہن گانے کو بند کرنا قبول نہ کریں گے۔ بھلا بتلایئے کہ آج تک موسیقی و آلات موسیقی کے بارے میں ریڈیو سے کبھی کوئی شرعی احکامات نشر کئے گئے ہیں۔ کبھی مسلمان قوم کو یہ بتایا ہے کہ گانے سننا حرام ہے۔

قرآن مجید کی سورۃ لقمان کی آیت کا ترجمہ ملاحظہ ہو "اور انسانوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو لہو الحدیث (کلام دلفریب) خرید کر لاتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے بغیر علم کے بھٹکا دے اور اس راستہ کی دعوت کو مذاق میں اڑا دے ایسے لوگوں کے لئے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے"۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے "لہو الحدیث" کی تفسیر فرماتے ہوئے تین دفعہ اللہ کی قسم کھا کر فرمایا اس سے مراد گانا ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص گانے والی لونڈی کی مجلس میں بیٹھ کر اس کا گانا سنے گا قیامت کے روز اس کے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا"۔

اور پھر ایک اور حدیث میں فرمایا:

"میں آلات موسیقی کو توڑنے کے لئے آیا ہوں، اور تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جسے میں لایا ہوں"۔

احکامات شریعت کی اطاعت میں اگر ریڈیو اور ٹی وی پر موسیقی کے پروگرام فی الفور بند کر دئے جائیں تو نہ آسمان سر پر گر پڑے گا، نہ کوئی طاغوتی قوت ایٹم بم گرا دے گی بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوگی جو کہ ایک مسلمان کا مقصد حیات ہے۔ آخر پورے محرم الحرام میں بھی تو موسیقی بند رہتی ہے کبھی کچھ نہیں ہوا نہ ہی عوام سڑکوں پر نکل آئے ہیں اور نہ ہی کبھی روس یا بھارت نے دھمکی دی ہے کہ لگاؤ گانے ورنہ اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ یہ سب اپنے اندر دل کا چور ہے۔ جسے نکالنے کے لئے اخلاص کے ساتھ تبلیغی جماعت والوں کے ساتھ کچھ وقت لگانا ضروری ہوگا۔

لہٰذا صدر مملکت سے درخواست ہے کہ اس ضمن میں وہ خصوصی توجہ فرمائیں کہ ان گانوں نے نہ صرف قوم کو بزدل، بے غیرت اور عیاش پرست بنا دیا ہے بلکہ اسلام کی تعلیمات سے بھی کوسوں دور کر دیا ہے اس لئے ان موسیقی کے پروگراموں کو بند کروا کے قوم کو جہاد کے لئے تیار کیا جائے تاکہ احیائے اسلام کی تحریک قوت پکڑ سکے۔

۱۱۔ مجلس شوریٰ کے ہال اور سرکاری دفاتر میں انسانی تصاویر کا کوئی جواز نہیں

مجلس شوریٰ اسلام آباد کے کانفرنس ہال میں بابائے قوم قائد اعظم محمد علی جناح (رحمۃ اللہ) کی مصور کی بنائی ہوئی قد آدم تصویر نصب ہے۔ اسی ہال میں قوم کو درپیش اہم مسائل پر تبادلہ خیال کیا جاتا ہے۔ اور ملک میں نفاذ اسلام کے عمل کو تیز کرنے کی تدابیر بھی سوچی جاتی ہیں۔ وہاں بدقسمتی سے رحمت کے فرشتے قریب پھٹک بھی نہیں سکتے اور اسی طرح یہ اہم قومی فیصلے اللہ تعالیٰ کی برکات کے نزول سے محروم رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نیک نیتی کے باوجود غور و فکر نہ کرنے سے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح احکامات کی خلاف ورزی جاری ہے۔ اس کی ایک دیرینہ مثال مندرجہ بالا سطور میں درج کی گئی ہے۔ اسلام میں تصویر کا سرے سے کوئی جواز نہیں چہ جائیکہ قد آدم تصویر بنا کر آویزاں کی جائے اور اسے تقدس، تکریم کا درجہ دیا جائے۔

بخاری شریف میں درج احادیث نبویؐ کی ممانعت اور اس پر وعید کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ اب ہمیں دیکھنا ہے کہ اپنے ہادی برحق کے ارشادات پر ہماری روزہ زندگی میں کہاں تک عمل ہوتا ہے۔ اور ہم ان کی محبت کے دعووں میں کہاں تک سچے ہیں۔

لہٰذا شریعت کے تقاضے کے مطابق مجلس شوریٰ کے کانفرنس ہال اور جملہ سرکاری دفاتر سے انسانی تصویر کو ہٹا کر سورۃ العصر مع ترجمہ لگوا دی جائے۔ اس سے صاحب تصویر کی کوئی توہین نہ ہوگی۔ بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی نافرمانی سے بچ کر ہم اللہ تعالیٰ کے ہاں درج ذیل آیت قرآنی کے تحت سرخرو ہوں گے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم۔

ترجمہ: "اے نبی لوگوں سے کہہ دو) کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا"۔

(سورۃ آل عمران آیت ۳۱)

۱۲۔ شناختی کارڈ پر خواتین کو اپنی تصویر لگانے کی پابندی سے مستثنیٰ کرنے کی ضرورت

حالیہ سرکاری اعلان کے مطابق ووٹ ڈالنے کے لئے عورت کو اپنی تصویر شناختی کارڈ پر لگانی پڑے گی۔ اسلام میں تصویر کشی ناجائز ہے اور پھر عورت کی تصویر کا مطلب بے پردگی کو فروغ دینا ہے۔ مزید براں ہمارے ملک کی اسی (۸۰) فیصد عورتیں دیہات میں رہتی ہیں۔ جن کے لئے یہ قانونی پابندی اذیت کا باعث ہوگی۔

حکومت کا یہ اقدام نہ صرف مداخلت فی الدین ہے بلکہ شناختی کارڈ پر عورت کی تصویر سے معاشرتی قباحتیں پیدا ہوں گی اور بڑی خرابیاں رونما ہونے کی راہ ہموار ہوگی شروع سے انتخابات جب بھی ہوئے عورتوں نے بغیر تصویر ہی کے ووٹ ڈالے۔ اس ملک کی عورتیں باشعور اور سمجھ دار ہیں۔ اس لئے شناختی کارڈوں پر عورتوں کی تصویر کا نقطہ نظر ختم کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ اسلام نے عورت کو باپردہ رہنے کا حکم دیا ہے۔

لہٰذا یہ ضروری ہے کہ شناختی کارڈ پر خواتین کو تصویر لگانے سے مستثنیٰ قرار دیا جائے چونکہ شریعت میں تصویر کشی ناجائز ہے اور اس میں بے پردگی بھی ہے اس لئے بہت سی دیندار خواتین ووٹ ڈالنے سے محروم ہو جائیں گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دیندار امیدواروں کے ووٹ میں کمی واقع ہوگی جبکہ ان کے حامی زیادہ ہوں گے اور ایسی پابندی کے الیکشن سے اسلامی نظام کے نفاذ کے مقصد کو نقصان پہنچے گا۔

۱۳۔ اسلام اور باطل نظام کے تضاد کو ختم کرنے اور حکومت کے عہدہ داروں کو تابع شریعت بنانے کی ضرورت

اسلام باطل نظام میں پروان نہیں چڑھ سکتا۔ مگر مقام حیرت ہے کہ حکومت ایک طرف اسلامی قانون کے نفاذ کے سلسلے میں دن رات اپنی کوششوں کا ذکر کرتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ بعض نامعلوم مصلحتوں کے تحت اسلام کے خلاف سرگرمیوں پر چشم پوشی بھی کی جا رہی ہے۔ ملک میں رقص و موسیقی اور عریانی کی وبا جس زور سے ابھر رہی ہے وہ حکومت کے اسلامی قانون کے نفاذ کے دعووں کی تردید کا ایک بین ثبوت فراہم کر رہی ہے۔ آئے دن رقاصاؤں موسیقاروں اور فلمسازوں کو صدارتی ایوارڈوں سے نوازا جاتا ہے۔ اس طرح اسلام کا مذاق اڑانے والوں کو تحفے دئے جاتے ہیں۔ جبکہ اسلامی نظام کو دل و جان سے چاہنے والوں کو پچھلی صفوں میں رکھا جاتا ہے۔ یا بالکل نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ کلمہ کہنے والوں کو مختلف حیلے بہانوں سے ذلیل کروایا جاتا ہے۔

ثقافت کے نام پر ملک میں موسیقی اور ناچ گانے کی محفلیں آئے دن سجائی جا رہی ہیں اور اس طرح بے حیائی و فحاشی کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں کیسٹ ٹی وی اور

فوٹوگرافی کی دکانوں پر جو عریاں اور نیم عریاں نسوانی تصاویر اور مرد و زن کے باہمی ملاپ پر مشتمل بڑے بڑے فوٹو بالعموم آویزاں ہیں۔ وہ لوگوں کے جنسی جذبات میں ہیجان اور اشتعال کا باعث بنتے ہیں اور اس طرح فحاشی کی اشاعت کا سبب بنتے ہیں۔ مگر ان میں کسی کا مواخذہ نہیں کیا جاتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے "میں آلات موسیقی کو توڑ ڈالنے کے لئے بھیجا گیا ہوں"۔ کاش کہ ہمارے ارباب اقتدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی طرف توجہ دیں اور ملک میں میوزک سنٹروں اور رقص و سرود کے مراکز پر پابندی لگانے کے احکام صادر کریں جن کے ذریعہ نوجوان نسل کا اخلاق تباہ کیا جا رہا ہے۔

فواحش اور عریانیت کو ملک میں ایک منصوبے کے تحت پھیلایا جا رہا ہے۔ جس سے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں موسیقی کی لعنت کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ تعلیمی درسگاہوں کی کوئی تقریب ناچ گانے کی محفل کے بغیر مکمل نہیں ہوتی کیوں کہ یہ مقبول عام ہیں۔ مزید براں موسیقی کو بطور اختیاری مضمون نصاب میں شامل کر لیا گیا ہے جو کہ شرمناک ہے۔

ایک طرف سرکاری حلقوں کی جانب سے یہ شکایت کہ علماء وعظ و نصیحت کی ذمہ داریاں پوری نہیں کر رہے ہیں اور دوسری جانب ملک میں غیر اسلامی طریقوں اور مظاہر کو فروغ دینے کے لئے ہر ذریعہ اور وسیلہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ یہ تضاد کا ایک دیرینہ نمونہ ہے۔

اندریں حالات یہ لازم ہے کہ اگر حکومت عملاً اسلامی احکامات نافذ کرنا چاہتی ہے تو سب سے پہلے اسے اپنے اہل کاروں کو شریعت کے تابع کرنا ہوگا۔ ورنہ موجودہ برائیوں کو ختم کرنا تو درکنار الٹا انہیں فروغ ملتا رہے گا۔

۱۴۔ ملک میں عصمت فروشی کے گھناؤنے کاروبار کو ختم کرنے کے لئے اس کے ذرائع کو ختم کیا جائے

ملک میں عصمت فروشی کا گھناؤنا کاروبار بظاہر بند کر دیا ہے مگر اخبارات میں آئے دن خبروں سے پتہ چلتا ہے کہ مخفی طور پر کاروبار اب بھی جاری ہے۔ جس سے جنسی آوارگی کو فروغ مل رہا ہے اور جرائم میں اضافہ ہو رہا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں جس طرح شراب حرام ہے اسی طرح یہ کاروبار بھی ممنوع و حرام ہے بلکہ اس پر حد جاری ہے۔

خلفائے راشدین نے پیغمبر آخرالزمان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بدکاری، بے حیائی، عریانیت اور دیگر غیر اسلامی اقدار کے خلاف باقاعدہ جہاد کیا۔ جبکہ آج امت مسلمہ کی یہ حالت ہے کہ ہر اس کام میں دلچسپی رکھتی ہے جس کو سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے اور حکومت ایسے کاموں پر پابندی لگانے کے بجائے اس کی کسی نہ کسی شکل میں سرپرستی کر رہی ہے۔ رقص و سرود کی محفلیں سج رہی ہیں، فحاشی کے اڈے کھلے ہوئے ہیں، سینماؤں اور وی سی آر پر مخرب اخلاق فلمیں دکھائی جا رہی ہیں۔ دریں حالات لازم ہے کہ عریانی و فحاشی پھیلانے والوں کو عبرتناک سزا دی جائے۔ کیونکہ اگر فحاشی اور بے حیائی کی بیخ کنی نہ کی گئی تو عذاب الٰہی سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

لہٰذا یہ اشد ضروری ہے کہ ملک میں بدکاری کے خفیہ اڈوں کو فی الفور ختم کیا جائے اور پیشہ ور عورتوں کو دعوت و تبلیغ کے ذریعہ توبہ کروا کے اسلامی زندگی بسر کرنے کے لئے مواقع فراہم کئے جائیں۔ اور انہیں دستکاری اور دیگر ہنر سکھا کر ان کی شادی و بیاہ کا اہتمام کر دیا جائے تا کہ معاشرہ میں

انتظار حسین اسعد قادری

روزہ کے اغراض ومقاصد

قرآن حکیم میں روزہ کے تین اغراض بیان کئے گئے ہیں:

۱۔ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم صاحب تقویٰ ہو جاؤ۔

۲۔ لِتُکَبِّرُوا اللهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ خدا نے جو تم کو ہدایت دی اس (احسان) پر تم اس کی بڑائی بیان کرو۔

۳۔ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ اور تاکہ ہمہ تن شکر و سپاس بن کر سرِ نیاز خم کرو۔

اب باری باری ان اغراض پر نظر ڈالتے ہیں تا کہ ان کی حقیقت بخوبی واضح ہو جائے۔ چنانچہ ہم سب سے پہلے تقویٰ کو لیتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ تقویٰ کیا چیز ہے جسے روزہ کا اولین مقصد قرار دیا گیا ہے۔

تقویٰ: تقویٰ کے لغوی معنی بچنے پرہیز کرنے اور لحاظ کرنے کے ہیں چونکہ بچاؤ اور پرہیز عموماً کسی خوف اور ڈر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے عام طور پر اس کا ترجمہ ڈرنا بھی کیا جاتا ہے۔ تقویٰ ایک وسیع المفہوم لفظ ہے انسان کی کوئی حرکت ایسی نہیں جس سے تقویٰ کا تعلق نہ ہو۔ حضرت امام راغبؒ تقویٰ کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ: حِفْظُ النَّفْسِ عَمَّا یُؤْثِمُ (المفردات امام راغب. یعنی اپنے آپ کو گناہ میں پڑنے سے بچانا) امیر المومنین حضرت عمرؓ نے ایک دن حضرت ابی بن کعب سے دریافت فرمایا کہ تقویٰ کی حقیقت کیا ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا کہ آپ کو کبھی کانٹوں بھرے راستے پر چلنے کا اتفاق تو ضرور ہوا ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کیوں نہیں ایسے راستوں پر چلنے کا تو بارہا اتفاق ہوا۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے پوچھا کہ پھر اس وقت آپ نے کیا کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے جسم اور کپڑوں کو سنبھالا اور خوب کوشش کی کہ اپنے جسم اور کپڑوں کو کانٹوں سے بچا کر صحیح سالم نکل جاؤں۔ حضرت ابی بن کعبؒ نے فرمایا یہی تقویٰ ہے (تفسیر ابن کثیر) یعنی تقویٰ نام ہے اسلام کے دشوار گذار راستوں سے اس احتیاط و اہتمام کے ساتھ گذرنے کا کہ زندگی کا لباس اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے کانٹوں سے نہ الجھنے پائے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں کہ تقویٰ یہ ہے کہ علم کی حد پر بغیر کسی تاویل کے ٹھہر جائے۔ یعنی جس چیز کے حلال یا حرام ہونے اور جائز یا ناجائز ہونے کا علم ہو جائے۔ فوراً اس کے مطابق عمل کرے۔ ناجائز کے جائز ہونے کی تاویلیں ڈھونڈنے کی فکر میں نہ پڑے۔ حضرت احمد مسروقؒ فرماتے ہیں کہ تقویٰ یہ ہے کہ دنیا کی طرف ایک آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ حضرت سفیان ثوریؒ کے نزدیک تقویٰ ہر اس چیز کے چھوڑ دینے کا نام ہے جو آدمی کے دل میں کھٹکے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ تقویٰ کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ ظاہر کو گناہوں سے آلودہ نہ کرے۔ اور باطن کو واہیات باتوں سے بچائے۔ اور اللہ کے حضور قیام کرے۔

حضرت حسن بصریؓ کے نزدیک تقویٰ یہ ہے کہ:

۱۔ خواہ غصہ کی حالت میں ہو یا سکون کی حالت میں حق بات کہے۔

۲۔ اپنے اعضاء کو ان تمام باتوں سے باز رکھے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

۳۔ اس بات کا ارادہ کرے جس میں خدا کی رضا پائی جائے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نزدیک تقویٰ کی تکمیل کا انحصار دس امور کے اہتمام پر ہے۔

۱۔ اپنی زبان کو غیبت سے محفوظ رکھے۔

۲۔ بدگمانی سے پرہیز کرے۔

۳۔ ٹھٹھا کرنے سے بچتا رہے۔

۴۔ حرام سے آنکھوں کو بند کرے۔

۵۔ زبان سے سچی بات کہے۔

۶۔ خدا کا اپنے اوپر احسان مانے اور اپنے نفس پر بھروسہ نہ کرے اور اس کو اچھا نہ سمجھے۔

۷۔ اپنا مال مستحق لوگوں پر خرچ نہ کرے بلکہ ان پر خرچ کرے جو باطل پر ہیں یا اس کے مستحق نہیں ہیں۔

۸۔ بلند مرتبہ اور بزرگی کی خواہش اپنے واسطے نہ کرے۔

۹۔ ٹھیک وقت پر پانچ وقت کی نماز ادا کرے اور رکوع و سجود کو اچھی طرح بجا لائے۔

۱۰۔ سنت پیغمبر کی پیروی کرے اور مسلمانوں سے ملا رہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں کہ تقویٰ ضمیر کے اس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام میں خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے (بالفاظ دیگر) تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کے حاصل ہونے کے بعد دل کو گناہوں سے جھجک محسوس ہونے لگتی ہے اور نیک باتوں کی طرف اس کو بے تابانہ تڑپ ہوتی ہے۔ (سیرت النبیؐ جلد پنجم)

انسانی اعمال تین قسم کے ہیں:

۱۔ مامورات (جن کا واضح حکم موجود ہے)

۲۔ منہیات (جن سے روکا گیا ہے)

۳۔ مباحات (جن کے متعلق واضح حکم موجود نہیں ہے)

ان تینوں میں کوئی بھی تقویٰ کی زد سے باہر نہیں۔

۱۔ مامورات میں تقویٰ یہ ہے کہ ان سے چھوڑنے سے بچتا رہا۔

۲۔ منہیات میں تقویٰ یہ ہے کہ ان کے کرنے سے بچتا رہے۔

۳۔ مباحات میں تقویٰ یہ ہے کہ اس بات کا خیال رکھے کہ آیا وہ کام دین کے لئے نفع بخش ثابت ہو سکتا ہے اگر وہ کام نافع دین نہ ہو تو اس کے کرنے سے بھی بچتا رہے۔

تقویٰ کے تین درجے ہیں:

۱۔ انسان کفر و شرک سے بچے۔

۲۔ نیک اعمال چھوڑنے سے بچے۔

۳۔ حرام کے ارتکاب سے بچے۔

اس کے بعد جیسے جیسے انسان کا عمل ہوگا ویسے ویسے اس میں تقویٰ پیدا ہوتا رہے گا۔

بقیہ: طبی مشورے

آلو بخارا کے پانی کے ساتھ اور عصر کے وقت لعاب اسبغول کے ساتھ استعمال کریں۔ املی ۲ تولہ، آلو بخارا ۴ عدد رات کو مٹی کے کورے کوزے میں بھگو دیں۔ صبح اسی پانی کے ساتھ سفوف فرحت استعمال کریں۔ گرم اشیاء سے پرہیز کریں انشاء اللہ صحت ہوگی۔

نزلہ، برص

س (ا) میری عمر ۲۹ سال ہے۔ میں اکثر زکام میں مبتلا رہتا ہوں۔ صبح چھینکیں آتی ہیں اور ناک اور آنکھوں سے پانی بہنا شروع ہو جاتا ہے۔

(ب) میرے ایک ہاتھ پر سفید نشان ہے جو برابر بڑھ رہا ہے۔ ڈاکٹروں کے علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا۔ کیا یہ برص ہے؟

ج (ا) آپ ہماری دوائی دماغی استعمال کریں۔

(ب) یہ برص ہی کا نشان ہے۔ باپچی ۳ ماشہ، نمک ۱ ماشہ۔ دونوں کو رات پانی میں بھگو دیں۔ صبح سویرے یہ پانی پی لیں اور باپچی نمک کو پیس کر برص کے نشان پر لگائیں۔

خط و کتابت کرتے وقت: اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔ منیجر

نیشنل بنک آف پاکستان میں قادیانیوں کی بھرمار

قادیانیوں کو بنک کے کلیدی عہدوں سے فوری طور پر ہٹایا جائے

لاہور ۲۶ مئی (پ ر) مرزائیوں کو کلیدی عہدوں سے ہٹانے کے ضمن میں پاکستان کے طول و عرض سے علماء کرام مسلسل جد و جہد کر رہے ہیں۔ تقریباً ہر اس تنظیم کے سربراہ کی جانب سے انفرادی اور اجتماعی بیانات اخبارات اور رسائل میں متواتر آ رہے ہیں جن کا تعلق دین اسلام کے ساتھ ہے اور سینوں میں حبِ رسول ہے۔ ممکن ہے حکومت اپنے تئیں کوئی مؤثر اقدام ناپاک روحوں (قادیانیوں) سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے کر رہی ہو مگر فی الحال مختلف اداروں کے سربراہوں کو انتظامی امور میں کم از کم توازن تو برقرار رکھنا چاہئے۔ یہ امر تو صریحاً ناانصافی اور مسلمانوں پر ظلم ہے کہ اقلیت (قادیانیوں) کو اکثریت پر دندنانے کی کھلی چھٹی دے دی جائے کہ وہ اپنی من مانی کرتے رہیں۔

اس سلسلہ میں نیشنل بنک آف پاکستان انسپکشن ونگ لاہور ہیڈ آفس ۲۸۴ اے شادمان II کالونی لاہور کی حالت قابل رحم ہے اس ونگ کا سربراہ محمد احمد میاں قادیانی سینئر وائس پریذیڈنٹ ہے انچارج انتظامی امور بشارت احمد قادیانی اسسٹنٹ وائس پریذیڈنٹ ہے اور انچارج پراسینگ محمد نعیم (قادیانی) اسسٹنٹ وائس پریذیڈنٹ ہے۔ نیشنل بنک آف پاکستان کے سربراہ صاحب کو اس طرف فوری توجہ دینی چاہئے کہ ایک ہی محکمہ میں تینوں کلیدی عہدوں پر آخر کیوں ان قادیانیوں کی بھرمار کر دی گئی ہے۔ نیشنل بنک آف پاکستان میں آفیسری کا قحط الرجال تو نہیں۔ حکومتِ پاکستان کے ارباب بست و کشاد کی نظر ان سطور پر پڑ جائے تو انہیں اس بات کا نوٹس لینا چاہئے کہ آخر ان تینوں قادیانیوں کو مندرجہ بالا تینوں کلیدی عہدوں پر کیوں فائز کیا گیا ہے۔

مزید برآں مرزائیوں کی شرارتوں اور بڑھتی ہوئی ریشہ دوانیوں کے پیش نظر ان تینوں قادیانیوں کو فوری طور پر ہٹانا چاہئے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ محمد احمد میاں (قادیانی) سینئر وائس پریذیڈنٹ جب سے انسپکشن ونگ لاہور ملا وجود میں آیا ہے اس کے انچارج چلے آ رہے ہیں۔ اس کے برعکس نیشنل بنک کے مختلف اداروں میں عموماً تین سال بعد انچارج تبدیل ہو جاتے ہیں۔

(بشکریہ ویکلی 'لولاک' فیصل آباد)

بقیہ: صحبت صالح ...

کر ہوشمندی، نظم و ضبط اور امن و آشتی کی جس ضرورت کی طرف علی میاں نے طلبا کو توجہ دلائی اس پر طلبا تو سنجیدگی اور خلوص سے غور کرنے کے لئے تیار معلوم ہوتے تھے اور انہیں علی میاں کی تقریر میں کوئی بات قابلِ گرفت نظر نہ آئی۔ لیکن پروفیسر حضرات کو یہ تقریر ناپسند ہوئی۔ کیونکہ وہ دانشور ہیں اس لئے جب تک تشکیک اور لغو کا اظہار نہ کریں۔ ان کی بلند نظری اور آزاد خیالی مشکوک رہتی ہے۔ چنانچہ ان کے لئے نہ کوئی قدر مقدس ہے نہ کوئی شخصیت محترم اور دراصل ہماری تعلیمی فضا کا یہی المیہ ہے۔ جس قسم کے مکتب و ملا کے سپرد ہم اپنے بچوں کو کر رہے ہیں۔ انہی کی وجہ سے کارِ طفلاں تمام ہو رہا ہے۔ ہم طلبا کے مزاج درست کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ادھر طلبہ کو جو تربیت اور صحبت اپنے اساتذہ سے حاصل ہو رہی ہے وہ تعلیم۔ علم اور طلبا کو ان کاموں کو پہنچا رہی جس کا اظہار دیواروں پر لکھے ہوئے نعروں، جلی ہوئی بسوں، ہوسٹلوں میں اسلحہ کے ذخیروں اور امتحانات میں کھلے بندوں نقل اساتذہ سے بدکلامی اور گستاخی اور منشیات کے استعمال اور دوسری قبیح حرکتوں کے ذریعہ ہو رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ مستقبل کا معاشرہ کس طرح تعمیر کیا جا رہا ہے۔ علی میاں کے ارشادات اسی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ انہوں نے آج کے حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے آنے والے دور کی ... ہلکی سی تصویر دکھانے کی کوشش کی تھی اور وہ بھی محض اس وجہ سے ہماری نگاہیں کسی اور ہی منظر سے چکاچوند ہو رہی ہیں۔ یہی اصل تصویر سامنے ہوتے ہوئے بھی از خود نظر نہیں آ رہی۔



اخلاص

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اخلاص ایک حجام سے سیکھا ہے جب میں مکہ معظمہ میں تھا ایک حجام ایک خواجہ کی حجامت بنا رہا تھا۔ میں نے کہا کیا میرے بال بھی خدا کے لیے کاٹ دو گے؟ اس نے کہا۔ "ہاں"۔

اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ ابھی تک اس خواجہ کی حجامت پوری نہ ہوئی تھی کہ حجام نے اس سے کہا۔ "آپ اُٹھ جائیے، کیونکہ جب خدا کا نام درمیان میں آ گیا میں نے سب کچھ پا لیا"۔

پھر مجھ کو بٹھایا، میرے سر کو بوسہ دیا اور میرے بال مونڈ دیے۔ اس کے بعد مجھے ایک کاغذ دیا جس میں ریزگاری تھی اور مجھ سے کہا۔ "اس کو اپنی ضرورت پر خرچ کرنا"۔ میں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو نیت کی کہ اول جو کشائش مجھے نصیب ہو گی تو میں اس شخص کے ساتھ مروت کر دوں گا۔ ابھی تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ لوگوں نے مجھے بصرہ سے اشرفیوں کی ایک تھیلی بھیجی۔ یہ تھیلی لے کر میں اس حجام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں نے تھیلی اسے دی تو اس نے کہا۔ "یہ کیا ہے؟" میں نے کہا۔ "میری نیت یہ تھی کہ جو مجھے اول کشائش ملے گی وہ میں تجھے دوں گا"۔ یہ سن کر اس نے مجھ سے کہا:۔

"تجھے خدا سے شرم نہیں آتی؟ تم نے مجھے کہا تھا کہ خدا کے لیے میری حجامت بنا دے اور اب یہ کیا لے کر آیا ہے؟ بھلا تو نے کہیں یہ دیکھا ہے کہ کوئی شخص خدا کے لیے کام کرے اور عوضانہ طلب کرے"۔

اعتبار نہیں

- لالچی کی دوستی کا
- عورت کی محبت کا
- بدعملی میں اچھی بات کا
- دوست کے دشمن کا
- خوشامدی کی تعریف کا
- چند روزہ زندگی کا
- غصہ میں زبان کا
- دشمن کے دوست کا

(حدیث و آثار)

جھوٹ! معاشرہ کی سب سے بڑی برائی ہے